مقالاتِ
بہارِ اسلام

مصنف
محمد عرفان طریقتی القادری
مدیر ماہنامہ بہارِ اسلام

ناشر
بہارِ اسلام پبلی کیشنز لاہور

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

الاحزاب ۵۶

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے

دُرود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر

اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

marfat.com

مقالاتِ
بہارِ اسلام

مصنف

محمد عرفان طریقتی القادری

مدیر ماہنامہ بہار اسلام

ناشر

بہارِ اسلام پبلیکیشنز لاہور

0322-0333-4229760
0322-0313-4642506

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مقالات بہار اسلام

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد عرفان

باراول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مارچ 2011ء

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔محمد عثمان اجمل

زیراہتمام۔۔۔۔۔۔۔ابورضا محمد عباس مجددی سیفی

ملنے کے پتے

مرکزی مکتبہ سیفیہ فقیر آباد شریف

سیفی کیپ ہاؤس فقیر آباد

مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف

marfat.com

حسن ترتیب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	انتساب	2
2	**میرا عرفان** ﴿ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی﴾	3
3	**تقریظ** ﴿مولانا محمد منشاء تابش قصوری﴾	7
4	**تقریظ** ﴿پروفیسر ڈاکٹر محمد قمر علی زیدی پنجاب یونیورسٹی﴾	8
5	**تقریظ** ﴿پیرزادہ محمد توصیف النبی مجددی﴾	9
6	حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور کثرتِ ازواج میں حکمتیں	10
7	حضور اکرم ﷺ کی اولادِ اطہار رضی اللہ عنہم	49
8	غصے کی وجوہ اور اس کا اسلامی علاج	90
9	کھیل کود اور اسلام	73
10	شعر و شاعری اور اسلام	90
11	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سراپائے عشقِ رسول ﷺ	120
12	زیارتِ مدینہ اور برکاتِ مدینہ	131
13	حلاوتِ ایمان	149
14	اہل و عیال پہ خرچ کرنا ایک عظیم عبادت	164

marfat.com

انتساب

ان دوستوں کے نام

جو بھی میری طرح

لکھنا سیکھ رہے ہیں۔

اور

ان بزرگوں کے نام

جو اِن میں کم ہمتی پیدا کرنے

کی بجائے، ہمت بندھاتے ہیں۔

خاکِ پائے نقیب الاشراف

الفقیر محمد عرفان طریقتی القادری

marfat.com

پیر طریقت رہبر شریعت نازش اہلسنت

حضرت مولانا ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب

سرپرست اعلیٰ انجمن بہار اسلام لاہور و مہتمم جامعہ سیفیہ گجر پورہ سکیم

﴿میرا عرفان﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الکریم اما بعد۔

زندگی ہر کسی کو ملتی ہے، مگر جینے کا سلیقہ کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی ایک مقصد کے گرد لپٹی ہوئی ہے، جو اپنے مقصد کو پہچان لیتا ہے، اسے زندگی جینے کا ہنر بھی آجاتا ہے اور مقصد تک پہنچنے کیلئے کی جانے والی اس کی تگ و دو دوسرے لوگوں کو بھی ان کا مقصد سمجھا جاتی ہے۔ عرفان طریقتی نے بھی کافی برس پہلے کسی دن باتوں میں اپنا مقصدِ حیات ظاہر کیا تھا جس کا مفہوم اگر مختصر اور جامع انداز میں سمجھنا ہو تو کچھ یونہی تھا کہ......

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اس مقصد کے حصول کیلئے اس نے مختلف انداز اپنائے ہیں، کبھی تقریر کرتا ہوا نظر آتا ہے اور کبھی تحریر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کبھی گفتار سے قائل کرتا ہے اور کبھی کردار سے۔ میں نہیں کہتا کہ اس کی تقریر اور تحریر میں بڑی جامعیت اور پختگی ہے، مگر اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ اس کی تقریر سننے، اور تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

عرفان طریقتی نے میرے پاس لمبا عرصہ بتایا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ ''محمد عرفان'' ہوا کرتا تھا اور ہمارے لئے صرف ''عرفان''۔ بچوں سے ہنسی مزاح، پیار محبت اور شفقت و الفت جیسی انمول اشیاء ہمیں اپنے بزرگوں سے ملی تھیں سو ہم اپنے

marfat.com

بچوں (شاگردوں) پر نثار کرتے تھے۔ ''عرفان'' سے ہمیں بڑا ''عرفان'' تھا اور ہم سے اسے بھی۔ یہ سلسلہ آج تک قائم ہے اور اللہ کرے تا قیامت بلکہ بعد از قیامت بھی قائم و استوار رہے۔ (آمین)

مگر ایک تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ ''محمد عرفان'' اب ''محمد عرفان طریقتی القادری'' ہو چکا ہے۔ اس نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے...... تجوید و قرأت پڑھ لی ہے...... دورۂ حدیث شریف سے فیض یاب ہو چکا ہے...... اسلامک یونیورسٹی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے سالِ (1431/2010ھ) کے ٹوپ ٹین (Top-10) میں شمار ہوتا ہے...... ایم اے کی تیاری میں لگا ہوا ہے...... مدرِس و مقرر بن چکا ہے...... فتویٰ نویسی کی مشق کر رہا ہے...... ماہنامہ بہار اسلام کا مدیر بن چکا ہے...... مصنِف و مؤلف بن گیا ہے...... عربی و فارسی کتابوں کا مترجم بن گیا ہے...... شعر و شاعری بھی کر لیتا ہے...... ''اَطْیَبْ'' تخلص رکھتا ہے...... نعتیہ شاعری بھی اور ''دوسری'' بھی...... زیادہ تر محبتِ رسول ﷺ اور تحفظِ ناموس رسالت کے حوالے سے شعر کہتا ہے...... کیونکہ اس نے کسی سے وعدہ کر رکھا ہے...... کہتا ہے......

تیرے دشمنوں کو رلاتا رہوں گا

یہ وعدہ ہے آقا نبھاتا رہوں گا

محبت کی تعریف سے لاعلمی بھی ظاہر کرتا ہے اور محبت کی تعریف بھی کر جاتا ہے......

محبت ہے کیا چیز؟ لاعلم ہوں میں

مگر اپنا سب کچھ لٹاتا رہوں گا

لوگوں نے اپنی جان و مال کو بچانے کی تدبیریں کر رکھی ہیں مگر عرفان طریقتی ایمان بچانے کا طریقہ بھی بتاتا ہے......

marfat.com

ان کی ناموس پہ سراپنا کٹانے کیلئے آ

آ، اپنا ایمان بچانے کیلئے آ

حضور سرورِ عالم ﷺ کی زیارت کا مشتاق ہے اور بارگاہِ محبوب ﷺ میں عرض کرتا ہے......

جو کر نہ سکیں تیرا دیدا آنکھیں

کہیں ہو نہ جائیں وہ بیکار آنکھیں

حضور رحمت عالم ﷺ کے در کی گدائی کو باعث ناز سمجھتا ہے...... اسی لئے کبھی کبھی دشمنوں کو ''تڑی'' لگاتا ہے......

یہ دیکھو ہے ان کی غلامی کا ڈورا

مجھے مت دکھانا خبردار آنکھیں

محبوبِ دو عالم ﷺ کا دیدار قسمت والوں کا مقدر ہے...... مگر میرا عرفان طریقتی ناامید نہیں......

تجھے بالیقیں ہو گا دیدار اَطْیَب

نہیں دیکھ پاتے وہ اشکبار آنکھیں

ہاں! میرے عرفان میں یہ تبدیلیاں آچکی ہیں...... ابھی اس کی عمر کے تیسرے عشرے کی ابتداء ہے...... مگر اس نے تین درجن سے زائد مقالات ترتیب دے دیئے ہیں (انہیں میں سے چند مضامین کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے)...... ''انوکھی عبادات'' کے نام سے 150 سے زائد صفحات پر مشتمل تحقیقی تصنیف پیش کر دی ہے...... یہ تاریخ میں اپنے انداز کی پہلی کتاب ہو گی...... تذکرۂ مشائخ سیفیہ کے نام سے نقشبندی بزرگوں کے حالات و کوائف قلمبند کیے ہیں...... اور اب ایک اور اہم موضوع زیرِ ترتیب ہے اور بالکل آخری مراحل میں پہنچ چکا ہے...... رؤیۃ مخطوبہ یعنی شادی سے پہلے منگیتر کو دیکھنا، اس سے گفتگو کرنا وغیرہ اسلام میں کیا حیثیت رکھتا ہے...... اس بارے میں کتب احادیث و آثار میں لٹریچر بکھرا

marfat.com

پڑا ہے...... مگر اس موضوع پر الگ سے کوئی مستقل مکمل کتاب نظر سے نہیں گزری...... موصوف نے اس مسئلہ پر قرآن، حدیث، آثارِ صحابہ کرام اور فقہاءِ مجتہدین کے اقوال بڑے احسن پیرائے میں یکجا کیا ہے...... دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

عرفان طریقتی کا زیرِ نظر مجموعۂ مضامین ''مقالاتِ بہارِ اسلام (حصہ اول)'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگرچہ یہ مضامین ''ماہنامہ بہارِ اسلام'' میں شائع ہو چکے ہیں مگر ان کی افادیت اور اہمیت مسلمہ ہے۔ موصوف نے اپنے اس کام میں کس حد تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ تو قارئین وعوام الناس ہی فرمائیں گے۔ ہم عرفان طریقتی کو اپنی جانب سے دعاؤں کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت اس کی کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اہلیانِ اسلام کے لئے نافع وفائدہ بخش بنائے۔ آمین

ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی

(سرپرست انجمن بہارِ اسلام لاہور)

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

استاذ العلماء ادیب شہیر مصنف و مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ

مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وانچارج شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ ہذہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل:

ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

عزیز القدر حضرت مولانا الحافظ القاری محمد عرفان قادری زید علمہ فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ ان نوجوان علماء میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کئی علمی و عملی جہتوں سے ممتاز فرمایا ہے ۔ بیک وقت درس وتدریس، تعلیم وتعلم، خطیب ومقرر اور قلمی صلاحیتوں سے آراستہ ہیں۔ عمدہ فکر اور بہترین تحقیق کی طرف مائل ہیں۔ ماہنامہ بہار اسلام کے مدیر اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں کے مصنف ہونے کی نعمت سے آراستہ ہیں۔ پیش نظر مختلف مسائل پر مشتمل نو رسائل ان کی مساعی جمیلہ اور محنت کاملہ کا ثبوت ہیں۔ امید ہے قارئین کرام پورے ذوق سے مطالعہ فرما کر استفادہ کریں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا الموصوف کو قلم کی آبیاری کیلئے حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ و آلہٖ و صحبہٖ وبارک وسلم

دعا گو

محمد منشاء تابش قصوری

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

۲۳ فروری ۲۰۱۱ء چہارشنبہ

☆☆☆☆☆

marfat.com

فخر السادات پیکر شفقت ومحبت پروفیسر ڈاکٹر محمد قمر علی زیدی صاحب زید مجدہ

شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

حضور رسالت پناہ ﷺ کا وجود اقدس ساری کائنات کیلیے اتنا کامل نمونہ ہے کہ ہر شخص ہر وقت اور ہر مقام پر آپ ﷺ کی ذات کریم کے فیض سے اپنے وجود کو حسین بنانے کیلیے خیرات حاصل کر سکتا ہے۔ انسانیت کی بلندی اور وقار اسی حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ حضور سرور عالمین ﷺ سے قرب حاصل کیا جائے۔ محبت اور تعلق بڑھتا جاتا ہے تو عمل میں بھی استحکام اور مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ عشق ومحبت کی بنیاد پر کیا جانے والا عمل بہت ہی قیمتی اور وزنی ہوتا ہے۔ عشق کے تابع عمل میں دوام اور قبولیت ہی ہوتی ہے۔ اور ایسے عمل میں ایمان کی حلاوت بھی شامل ہوتی ہے۔

محترم محمد عرفان طریقتی صاحب نے اپنے مضامین کا جو مجموعہ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے، یہ ارادہ وعمل نہایت مبارک ہے اور عوام وخواص کیلیے نہایت مفید ہوگا۔ مختلف موضوعات اچھے علمی انداز میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اس مجموعۂ مضامین کے بنیادی مضامین عشق رسول ﷺ سے متعلق ہیں اور پھر دیگر فکری وعملی مضامین ہیں۔ اسلامی احکامات کا مرکز اور بنیاد عشق رسول ﷺ ہے اس لحاظ سے یہ مضامین ایک مرتب فکر اور اچھے اعمال کے غماز ہیں۔ اور دور حاضر میں معتدل انداز حیات کیلیے ایسے ہی مضامین بہترین رہنمائی کا وسیلہ بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ فاضل نوجوان کی اس کاوش کو اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں قبول فرمائے اور فاضل مضمون نگار کو مزید ذوق وہمت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

(پروفیسر ڈاکٹر) محمد قمر علی زیدی

marfat.com

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت پروردۂ آغوشِ ولایت

صاحبزادہ محمد توصیف النبی مجددی دام ظلہ

صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و صحبہٖ وسلم تسلیما

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اللہ رب العزت نے رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو تمام کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور حضور کریم ﷺ کی سیرت کو اسوۂ حسنہ بنایا تا کہ بنی نوع انسان، رسالت مآب ﷺ کی سیرت کی روشنی میں اپنے کردار و اعمال کو درست کر سکے۔ موجودہ دور میں ہماری زندگیوں پر مادیت کا رنگ غالب آ چکا ہے کیونکہ ہم ''صبغۃ اللہ'' کے رنگ سے دور ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ، ہماری نسبت بحیثیتِ امت، اپنے رسول کریم ﷺ سے درست نہیں۔

میرے نوجوان فاضل دوست محترم جناب عرفان طریقتی صاحب نہ صرف صاحبِ علم و فضل ہیں بلکہ مخلص اور انتہائی محنتی اور دردِ دل رکھنے والے ساتھی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی شان و عظمت کیلئے ہر وقت ان کا قلم تیار رہتا ہے۔ ان کی سوچ، فکر، لگن اور محبت ہر وقت ناموسِ رسالت کے دفاع کیلئے سرگرم رہتی ہے۔ موجودہ مضامین بھی اس کی ہی ایک کڑی ہے۔ یہ تمام مضامین جو کہ ''ماہنامہ بہارِ اسلام'' میں سلسلہ وار چھپ کر منصہ شہود پر آ چکے ہیں، مرتب کر کے عوام الناس کے لئے بہترین خدمت انجام دی ہے۔ فاضل دوست، شاعر، خطیب، مدرس اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علم دوست انسان ہیں۔ حق تعالیٰ فاضل نوجوان کے علم و عمل میں برکت دے تا کہ وہ آئندہ بھی علمی خدمت انجام دے سکے۔

''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ'' (آمین)

(پیرزادہ) توصیف النبی احمد پور شریف (ڈسکہ)

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

ازواج مطہرات

اور

کثرت ازواج

میں حکمتیں

نوٹ: یہ مضمون ''ماہنامہ بہار اسلام'' کے ماہِ ربیع الاول 1431ھ کے شمارے میں شائع ہوا۔

marfat.com

سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بڑی چیز ہے۔ یہ کسی عام اور معمولی سی چیز کو بھی حاصل ہو جائے تو وہ انسانیت کے سر کا تاج بن جاتی ہے۔ اسی نسبت نے عرب کی عام سی خواتین کو ''ام لمومنین'' کا لقب عطا فرما دیا۔ جو عورت کسی بڑے سے بڑے سردار کیلئے بھی صرف ''بیوی'' یا ''زوجہ'' کے نام سے پکاری جاتی ہے، اگر اس کا عقد محبوب الانبیاء ﷺ سے ہو جاتا ہے تو وہ زوجہ نہیں ''زوجہ مطہرہ'' کے نام سے یاد کی جانے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہراتِ مصطفیٰ ﷺ کی شان و عظمت میں قرآن مجید کی متعدد آیات کا نزول فرمایا رب کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے......

''یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ'' اے نبی (ﷺ) کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک کی (کبھی) مثل نہیں ہو۔ (۱)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ربی ہے......

''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ'' یہ نبی ﷺ مومنوں کا ان کی جانوں سے بھی زیادہ مالک ہے اور اس محبوب ﷺ کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔ (۲)

اللہ جل جلالہ نے ازواج مطہرات کو امت کی مائیں قرار دیا۔ یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حضور انور ﷺ کی مقدس بیویاں دو باتوں میں حقیقی ماؤں کی طرح ہیں، ایک یہ کہ ان کے ساتھ ہمیشہ کیلئے کسی کا نکاح جائز نہیں۔ اور دوسرا یہ کہ ان کی تعظیم و تکریم ہر امتی پر اسی طرح لازم ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ اس سے بھی زیادہ، لیکن نظر اور خلوت کے معاملے میں ازواج مطہرات کا حکم حقیقی ماں جیسا نہیں، اللہ برحق عزوجل ارشاد فرماتا ہے......

''واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من ورآء حجاب '' اے مومنو! جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔

مسلمان اپنی حقیقی ماں کو دیکھ بھی سکتا ہے اور تنہائی میں بیٹھ کر اس سے بات چیت بھی

marfat.com

سکتا ہے، مگر امہات المومنین سے ہر مسلمان کیلیئے پردہ فرض، اور تنہائی میں ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔

اسی طرح حقیقی ماں کے ماں باپ اولاد کے نانی نانا، اور حقیقی ماں کے بھائی بہن اولاد کے ماموں اور خالہ ہوا کرتے ہیں مگر ازواج النبی کے ماں باپ امت کے نانی نانا، اور ان کے بھائی بہن امت کے ماموں اور خالہ نہیں ہوتے۔

یہ حکم حضور ﷺ کی ان تمام ازواج کیلیئے ہے جن سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا، چاہے حضور ﷺ سے پہلے ان کا انتقال ہوا یا آپ ﷺ کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کیلیئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائق تعظیم وتکریم اور واجب الاحترام ہیں۔ (۳)

جن عورتوں کو نبی مکرم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ان جیسی عورت پوری کائنات میں نہیں۔ یہ شان وعظمت اور یہ رفعت وبلندی فقط نسبت مصطفیٰ ﷺ کا ہی ثمرہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد میں علماء کا قدرے اختلاف ہے، البتہ 11 ازواج پر کسی کو اختلاف نہیں۔ ان میں سے چھ ازواج خاندانِ قریش کے اونچے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں، ان کے اسماء کچھ یوں ہیں......

(1) حضرت خدیجہ بنت خویلد (2) حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر (3) حضرت حفصہ بنت فاروقِ اعظم (4) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان (5) ام سلمہ بنت ابوامیہ (6) سودہ بنت زمعہ۔ اور چار کا تعلق خاندانِ قریش سے نہیں بلکہ عرب کے دوسرے قبائل سے تھا، ان کے نام کچھ اس طرح ہیں......(1) حضرت زینب بنت جحش (2) حضرت میمونہ بنت حارث (3) حضرت زینب بنت خزیمہ (4) حضرت ام المساکین جویریہ بنت حارث۔ اور ایک زوجہ عربی النسل نہیں تھیں بلکہ خاندانِ بنی اسرائیل کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں جن

marfat.com

کا نام ''حضرت صفیہ بنت حیی'' ہے۔ (رضی اللہ عنہن) (۴)

ان مکرم ہستیوں سے محبوب علیہ السلام نے جس ترتیب سے نکاح فرمایا اسی ترتیب سے ان کا مختصر تذکرہ پیش نظر ہے۔

حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا: محبوب خدا ﷺ کا سب سے پہلا نکاح حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ آپ کے والد کا نام خویلد بن اسد اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ آپ خاندانِ قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت دولتمند خاتون تھیں ۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی عاقلہ، فاضلہ اور فرزانہ عورت تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور پارسائی کی بناء پر زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ آپ کو ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ سے ہوا اور ان کے بعد ابو ہالہ مالک بن نباش سے، اس کے آپ نے کسی اور سے نکاح نہ فرمایا۔(۵)

ارباب سیر کہتے ہیں کہ سیدہ نے ایک خواب میں دیکھا تھا کہ آفتاب ان کے گھر میں اترا ہے اور وہاں سے اس کا نور پھیل رہا ہے حتیٰ کہ مکہ کا ہر گھر اس نور سے چمک اٹھا ہے۔ بیدار ہونے پر انہوں نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں تعبیر بتلاتے ہوئے کہا کہ ''تمہارا نکاح نبی آخر الزماں ﷺ سے ہوگا''۔(۶)

لہذا چالیس برس کی عمر میں آپ کا نکاح حضور ختمی المرتبت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوا جبکہ نبی پاک ﷺ کی عمر شریف اس وقت پچیس 25 سال تھی ۔ سیدہ کا حق مہر انتیس 29 جوان اونٹ قرار پایا تھا اور ایک روایت کے مطابق بارہ 12 اوقیہ سونا تھا۔(۷)

اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے سیدہ ہی رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لائیں۔ جب کفارِ قریش آپ ﷺ کو جھٹلاتے تو آپ کو اس سے بڑا رنج اور دکھ ہوتا، لیکن جب

marfat.com

آپ سیدہ کو دیکھ لیتے تو آپ کو وہ تمام رنج وغم، دکھ اور تکالیف بھول جایا کرتے اور آپ ﷺ کو خوشی محسوس ہوتی، ابتدائے اسلام میں جبکہ ہر طرف سے آپ ﷺ کی مخالفت کے طوفان اٹھ رہے تھے ایسے کٹھن حالات میں ایک سیدہ ہی کی ذات تھی جو رسول اللہ ﷺ کی مونس حیات بن کر تسکین خاطر کا باعث تھیں۔ انہوں نے اتنے خوفناک اور خطرناک اوقات میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات ومصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح اپنا تن من دھن بارگاہِ نبوت میں قربانی کیلئے پیش کر دیا اس سے آپ رضی اللہ عنہا کو تمام ازواج مطہرات پر ایک خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ صحیح اور مختار قول کے مطابق سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تمام ازواج سے افضل ہیں۔ (۸)

آپ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں باکثرت روایات کتب سیرت میں ملتی ہیں......

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میں نوع بشری کا سردار ہوں گا۔ مگر میری اولاد میں انبیاء میں سے ایک شخص ایسا بھی ہے جس کا نام احمد (ﷺ) ہے اس کو مجھ پر دو باتوں میں فضیلت دی گئی۔ ایک یہ کہ ان کی زوجہ بھلائی میں ان کی مددگار ہونگی جبکہ میری زوجہ خطا پر ترغیب دینے میں میری معاون بنی اور مجھے درخت کا پھل کھلایا، اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان پر اعانت عطا فرمائی اور وہ اسلام لے آیا جبکہ میرا شیطان کافر ہی رہا۔ (۹)

علماء فرماتے ہیں جس زوجہ کی تعریف وتحسین آدم علیہ السلام نے فرمائی وہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ مسند احمد میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جنت کی سب عورتوں سے افضل سیدہ خدیجہ بنت خویلد، سیدہ فاطمہ بنت محمد (ﷺ)، مریم بنت عمران اور آسیہ (فرعون کی بیوی) رضی اللہ عنہن ہیں۔ (۱۰)

marfat.com

حضور انور ﷺ کو سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے غایت درجہ محبت تھی جس کا اظہار آپ ﷺ تاعمر فرماتے رہے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ مجھے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آیا کرتی تھی حالآنکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں کیونکہ سرور عالم ﷺ ان کا ذکر خیر بکثرت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو کچھ گوشت حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی بھیجا کرتے اس سے میں چڑ جایا کرتی اور کبھی کبھی (از راہ خوش طبعی) یہ بھی کہہ دیا کرتی کہ ''دنیا میں صرف خدیجہ ہی تو آپ کی بیوی تھیں'' یہ سن کر حضور ﷺ فرماتے ''ہاں وہ تھیں، ہاں وہ تھیں ''انہی کے شکم سے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی ہے۔(۱۱)

ایک روایت کے مطابق سیدہ عائشہ نے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سیدہ خدیجہ کی بہت زیادہ تعریف سنی تو انہیں غیرت آ گئی تو آپ نے کہہ دیا ''اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرمادی ہے'' (اس سے آپ نے اپنی ذات کو مراد لیا) تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نہیں اللہ کی قسم خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی، جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں، اور جب سبھی لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی بھی چیز دینے کو تیار نہیں تھا تو انہوں نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا۔(۱۲)

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جن میں سے معدودے چند ہدیہ قارئین کیے گئے۔

نبی ﷺ کی ساری اولاد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے تھی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔ان کے نام حسب ذیل ہیں......

سیدۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت سیدہ ام کلثوم، حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ

marfat.com

رقیہ، حضرت سیدنا قاسم اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تقریباً 25 سال محبوب علیہ السلام کی خدمت میں رہیں اور ہجرت سے چار یا پانچ سال قبل پینسٹھ 65 برس کی عمر میں منتقل الی اللہ ہو گئیں۔ اس وقت چونکہ جنازہ کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا لہذا آپ کا جنازہ نہ پڑھا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک کیا۔ رضی اللہ عنہا۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ (۱۳)

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا: حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کے والد کا ''زمعہ بن قیس'' اور والدہ کا نام ''شموس بنت عمرو'' تھا۔ ان کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد سکران بن عمرو سے ہوا تھا جن سے ایک بیٹا ''عبد الرحمٰن'' بھی تولد ہوا۔ یہ دونوں میاں بیوی ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شرکت کی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے (حبشہ سے مکہ واپس آکر) ایک خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے ان کی جانب تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ جب انہوں یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو عنقریب میں وفات پا جاؤں گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے نکاح فرمائیں گے۔ اور پھر دوسری رات انہوں نے خواب دیکھا کہ چاند ٹوٹ کر ان کے سینے پر گرا ہے۔ صبح انہوں اس خواب کو اپنے شوہر سے ذکر کیا تو حضرت سکران رضی اللہ عنہ چونک پڑے اور فرمایا کہ اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو اب میں بہت جلد انتقال کر جاؤں گا اور تم میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی دن حضرت سکران رضی

marfat.com

اللہ عنہ بیمار ہوئے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔(۱۴)

چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو نبوت کے دسویں سال رسول خدا ﷺ نے ان سے نکاح فرما لیا، ان کا حق مہر مبلغ 400 درہم مقرر رہوا۔ آپ نے ساری زندگی والہانہ محبت و عقیدت سے حضور ﷺ کی خدمت کی اور وفاداری بیوی ثابت ہوئیں۔ آپ بڑی فیاض اور سخی تھیں، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ نے درہموں سے بھرا ہوا تھیلا ان کی خدمت میں ارسال کیا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والے نے بتایا کہ درہم ہیں، آپ نے فرمایا بھلا درہم کھجوروں کے تھیلے میں بھیجے جاتے ہیں، یہ کہا اور اٹھ کر اسی وقت سارے درہم مدینہ کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیئے۔(۱۵)

آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں 54ھ ماہ شوال میں ہوئی۔ آپ سے تقریباً 5 حدیثیں کتب احادیث میں روایت کی گئیں ہیں جن میں سے ایک بخاری شریف جبکہ بقیہ سنن اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔(۱۶)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما: آپ کا نام عائشہ اور کنیت ''ام عبداللہ'' ہے۔ یہ کنیت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے تھی۔ آپ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر تھیں اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام ''ام رومان'' ہے جن کے بارے حضور انور ﷺ کا فرمان ہے ''جس نے حوروں میں سے کسی عورت کو دیکھنا ہو وہ ''ام رومان'' کو دیکھ لے''۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، جو کہ پہلے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منسوب تھیں۔ اعلان نبوت کے دسویں سال ماہِ شوال میں آپ کا نکاح ہوا اور ہجرت کے دوسرے سال اسی مہینے

marfat.com

میں آپ کی رخصتی ہوئی نکاح کے وقت اِن کی عمر تقریباً چھ سال تھی جبکہ رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔(۱۷)

(کچھ عرصہ پہلے تک علماء وفضلاء اسی بات کو درست تسلیم کرتے رہے کہ سیدہ کی رخصتی نو 9 سال کی مدت میں ہوئی مگر تحقیق مزید سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی تقریباً 18، 19 سال کی عمر میں ہوئی بلکہ کچھ روایات سے تو 25 سال تک کی عمر بھی ثابت ہوتی ہے۔ چونکہ راقم الحروف کا موضوعِ بحث ازواج مطہرات کے حالات زندگی ہیں اس لئے "عمرِ عائشہ" کے موضوع پر مزید گفتگو ترک کرتے ہوئے اپنے اصل موضوع کی جانب چلتا ہوں البتہ اربابِ تحقیق کیلئے اس سے متعلق اشارہ دے دیا ہے۔ "عمرِ عائشہ" سے متعلق تحقیقی کتب مارکیٹ میں آچکی ہیں۔)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث وارد ہیں تاہم ان کا اپنا فرمان ہی پیش خدمت ہے جو اس بارے میں جامع اور مانع ہے

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے تمام ازواج مطہرات پر ایسی دس فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواج کو حاصل نہیں ہوئیں......

1......حضور ﷺ نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے شادی نہیں فرمائی۔

2......میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

3......اللہ تعالیٰ نے میری برأت اور پاکدامنی کا بیان آسمان سے نازل فرمایا۔

4......نکاح سے قبل حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لا کر حضور ﷺ کو دکھلا دی تھی اور آپ تین راتیں خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔

5......میں اور حضور اکرم ﷺ ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے۔ یہ

marfat.com

شرف میرے علاوہ کسی اور زوجہ کو حاصل نہیں ہوا۔

6......حضور اقدس ﷺ نماز تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے سامنے سوئی رہتی تھی۔

7......میں حضور انور ﷺ کے ساتھ ایک لحاف میں سوئی رہتی تھی اور آپ پر خدا کی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔

8......وفات کے وقت میں سرکار مدینہ ﷺ کو اپنی گود میں لئے بیٹھی تھی اور آپ کا سر مبارک میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا، اور اسی حالت میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

9......حضور اکرم ﷺ نے میری باری کے دن وفات پائی۔

10......حضور انور ﷺ کی قبر انور خاص میرے گھر میں بنی۔(۱۸)

یہ وہ خصائص ہیں جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کا مقدر نہ ہو سکے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کو سیدہ عائشہ سے اور ان کو حضور انور ﷺ سے بڑی محبت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......

اسلام میں اولین محبت جو پیدا ہوئی وہ آنحضرت ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آپس میں محبت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ" پھر عرض کیا گیا مردوں میں سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ کے والد" (یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)۔(۱۹)

سیدہ صدیقہ اور رسالتمآب ﷺ کے عشق و محبت کا یہ واقعہ بھی لائق صد التفات ہے......

ایک بار سیدہ رضی اللہ عنہا چرخہ کات رہی تھیں اور سرکار مدینہ ﷺ سامنے اپنے نعلین مبارک کو پیوند لگا رہے تھے (اللہ! دو جہانوں کے مالک کی عاجزی) اتنے میں آپ ﷺ کی جبین اقدس پر مشکیں پسینہ کے قطرات نمودار ہوئے۔ ان سے نور کی شعائیں پھوٹ رہی تھی۔

marfat.com

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ دلکش اور خوبصورت منظر دیکھا تو کام بھول کر اسی روح پرور نظارے میں کھو گئیں۔ محبوب کبریا ﷺ نے دریافت فرمایا ''عائشہ تمہیں کیا ہوا؟'' عرض کیا...... یا نبی اللہ ﷺ آپ کی جبین اقدس پر پسینے کے قطرات نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ اٹھے اور سیدہ کے پاس آکر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا ''اے عائشہ! اللہ تجھے جزائے خیر دے جتنا ذوق وسرور تو نے مجھ سے حاصل کیا ہے اس سے زیادہ ذوق وسرور مجھے تم سے حاصل ہوا ہے''۔ (۲۰)

آپ سے دو ہزار دو سو دس 2210 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے 174 ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں میں ہیں، 54 حدیثیں صرف بخاری میں اور اڑسٹھ صرف مسلم شریف میں پائی جاتی ہیں۔ باقی حدیثیں دوسری کتب میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑی زاہدہ، عابدہ، فیاضہ اور صائمہ (روزہ دار) تھیں، آپ نے تقریباً 9 سال کا عرصہ حضور ﷺ کی معیت میں بسر کیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر 19 سال تھی اور اپنے وصال کے وقت آپ زندگی کی 66 منزلیں طے کر چکیں تھیں۔ آپ کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور جنت البقیع میں دوسری ازواج کے ساتھ ہی آپ کی مرقد اطہر بنائی گئی۔ (۲۱)

ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ بنت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہا: آپ حضرت کی ولادت بعثت سے پانچ برس پہلے ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ والدہ محترمہ کا نام سیدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہے جو کہ مشہور صحابیہ ہیں۔

آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو غزوۂ بدر یا احد میں زخمی ہونے کے بعد وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد سرور عالم ﷺ نے 3 ھ میں ان

marfat.com

سے نکاح فرما لیا۔ (۲۲)

آپ بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون تھیں، حق گوئی، حاضر جوابی اور فہم وفراست میں اپنے والد گرامی کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتیں، اور تلاوت قرآن مجید اور دیگر قسم قسم کی عبادات میں مصروف رہتیں۔ ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی جس کی بناء پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا......

اے حفصہ! تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے طلب کرلیا کرو، خبر دار حضور انور ﷺ سے کسی چیز کا تقاضا مت کرنا، اور نہ ہی کبھی آپ کی دل آزاری کرنا ورنہ یاد رکھو اگر حضور ﷺ تم سے ناراض ہوگئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ (۲۳)

آپ عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں کثیر صحابہ و تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں ان کے بھائی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ آپ سے ساٹھ 60 احادیث روایت کی گئیں ہیں جن میں چار متفق علیہ ہیں یعنی بخاری و مسلم دونوں میں ہیں صرف بخاری میں پانچ اور مسلم میں چھ احادیث مرقوم ہیں، باقی دیگر کتب متداولہ میں پائی جاتی ہیں۔ (۲۴)

آپ نے شعبان 45 ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ تب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی اور مروان بن حکم مدینہ کا گورنر تھا، اسی نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور دیگر ازواج النبی رضی اللہ عنہن کے ساتھ مدفون ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر 60 برس تھی۔ (۲۵)

ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: ان کے والد کا نام خزیمہ بن حارث ہے۔ ان کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جو غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ ان کی شہادت کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ

marfat.com

نے 3 ہجری میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

آپ بکثرت مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے آپ ''ام المساکین'' کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ان کو بہت کم حضور ﷺ کی خدمت کا موقع ملا اور آپ صرف دو یا تین اور بعض کے بقول چھ ماہ تک حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوسکیں اور تیس برس کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت خدیجہ کے بعد یہ زوجہ ہیں جو حضور ﷺ کی زندگی مبارکہ میں ہی وفات پا گئیں۔آپ جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔(۲۶)

آپ والدہ کی جانب سے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔(۲۷)

حضرت ام سلمہ بنت حذیفہ رضی اللہ عنہا: ان کا نام ''ہند'' اور کنیت ''ام سلمہ'' ہے، آپ کنیت کے ساتھ ہی زیادہ مشہور ہوئیں۔آپ کے والد کا نام ''حذیفہ'' جبکہ بعض مورخین کے نزدیک ''سہیل'' ہے اور ماں کا نام بالاتفاق ''عاتکہ بنت عامر'' ہے۔انکا نکاح پہلے ''ابو سلمہ عبداللہ بن اسد'' سے ہوا جو حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دونوں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے اور ہجرتِ حبشہ میں اولین حیثیت رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔(۲۸)

حضرت ابو سلمہ جنگ احد میں زخمی ہو گئے تھے مگر ان کا زخم مندمل ہو چکا تھا پھر ایک سریہ میں بھیجے گئے وہاں سے واپسی پر سابقہ زخم پھر تازہ ہو گیا انہیں زخموں کی وجہ سے 4ھ میں وفات پا گئے،اور حضور انور ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح فرمالیا۔

سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ سے سنا ہوا تھا کہ جب کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے ''اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا'' تو اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر چیز عطا فرماتا ہے۔آپ فرماتی ہیں جب حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں یہ کہا کرتی

marfat.com

تھی کہ ''ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہے'' لیکن میں نے اس دعا کا ورد جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ سے بہتر زوج عطا فرمایا یعنی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔(۲۹)

حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔امام الحرمین کا بیان ہے کہ میں ام سلمہ کے علاوہ کسی عورت کو نہیں جانتا کہ اس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو۔عقل و فہم کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی کامل مرتبہ رکھتی تھیں ''حضرت عبد اللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما'' جیسی شخصیات ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔378 احادیث ان سے مروی ہیں۔

ان کا انتقال صحیح قول کے مطابق 59ھ میں 84 سال کی عمر میں ہوا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دیگر ازواج کے ساتھ مدفون ہوئیں۔(۳۰)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی ہیں۔پہلے ان کا نام ''برہ'' تھا جس کا معنیٰ نیکی اور احسان ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے تبدیل فرما کر زینب رکھ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ گھر میں ''برہ'' (یعنی نیکی) نہیں ہے.(مدارج النبوۃ) ان کا پہلا نکاح رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، لیکن دونوں کی آپس میں بن نہ آئی جس کی وجہ سے حضرت زید نے ان کو طلاق دیدی تھی۔پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیام بھیجا تو انہوں نے دو نفل پڑھنے کے بعد اس طرح دعا کی......

''اے اللہ! تیرے نبی ﷺ نے مجھے چاہا ہے اگر میں ان کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں داخل فرمادے'' ان کی یہ دعا اسی وقت قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل

marfat.com

فرمائی...... "فلما قضیٰ زید منها وطراً زوجنکها" جب زید اس سے بے غرض ہو گئے تو اس کو ہم نے آپ کے نکاح میں دے دیا۔ (الاحزاب) جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کون ہے جو یہ خوشخبری زینب کو جا کر سنائے، ایک خادمہ (سلمہ) دوڑتی ہوئی گئی اور جا کر یہ مژدہ سنایا جسے سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس قدر مسرت ہوئی کہ اپنا سارا زیور اتار کر اس خادمہ کو دیدیا۔ (مدارج النبوۃ)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب میں بہت سی روایات ہیں ایک روایت میں آپ خود فرماتی ہیں......

مجھے کچھ فضیلتیں ایسی حاصل ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ کو حاصل نہ ہوئیں" میرے اور رسول اللہ ﷺ کے جد (دادا) ایک ہی ہیں، میرا نکاح آسمان پر پڑھا گیا، اور میرے گواہ سیدنا جبریل علیہ السلام تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں......

میں نے زینب سے زیادہ نیک اعمال کرنے والی، صدقہ وخیرات کرنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، اور ہر عبادت میں اپنے نفس کو لگا دینے والی کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی۔ (۳۱)

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو فرمایا "تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں وہ سب سے جلدی (میری وفات کے بعد) مجھے ملے گی" چنانچہ ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھوں کی پیائش کرنی شروع کردی، سب سے لمبے ہاتھ سیدہ سودہ بنت زمعہ کے نکلے، مگر جب حضور ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے سیدہ زینب کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ "لمبے ہاتھوں" سے صدقہ وخیرات میں زیادتی کرنا مراد تھا۔ سیدہ زینب اپنے ہاتھ سے دستکاری کرتیں اور جو اجرت ملتی راہِ خدا میں صدقہ کردیتیں۔ (۳۲)

آپ سے 11 احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ آپ کی وفات 20 یا 21 ہجری کو 53 برس کی عمر میں ہوئی آپ کی وفات کی خبر سن کر سیدہ عائشہ صدیقہ نے

marfat.com

فرمایا "ذھبت حمدۃ مفروعۃ الیتامیٰ والارامل "یعنی آہ! ایک قابل تعریف عورت جو سب کیلئے نفع بخش تھی اور یتیموں اور بوڑھیوں کا دل خوش رکھنے والی تھی دنیا سے چلی گئی۔ آپ کی نماز جنازہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (۳۳)

ام المومنین سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا: ان کا بھی اصل نام "برہ" تھا اور حضور ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ غزوۂ مریسیع میں جو کفار قیدی بنا کر لائے گئے انہیں میں حضرت جویریہ بھی تھیں جب قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنا کر تقسیم کیا گیا تو سیدہ جویریہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے آئیں، انہوں نے سیدہ کو مکاتبہ بنا دیا (یعنی کہہ دیا کہ اتنی رقم مجھے دے دو تو تم آزاد ہو) وہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے قبیلے کے سردارِ اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ ثابت نے مجھے مکاتبہ بنا دیا ہے مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ خود کو آزاد کر سکوں، کیونکہ میرا خاندان قیدی بن کر مسلمانوں کا غلام ہو چکا، آپ میری مالی امداد فرمادیں۔ حضور ﷺ کو ان کی فریاد سن کر رحم آ گیا اور آپ نے ان کی طرف سے سارا بدل ادا کیا اور پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا تاکہ ان کی خاندانی عزت و وقار برقرار رہ سکے۔ (۳۴)

جب حضور ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے خاندان کے سبھی افراد کو آزاد کر دیا اور عشق رسول ﷺ سے لبریز لہجے میں کہا "جس خاندان میں حضور ﷺ نے نکاح فرما لیا اس خاندان کا کوئی فرد غلام نہیں رہ سکتا" (ایضاً)

سیدہ جویریہ بڑی عبادت گزار تھیں، نماز فجر سے نماز چاشت تک ہمیشہ اپنے وردو

marfat.com

وظائف میں مشغول رہا کرتیں۔ انہوں نے سات حدیثیں حضور ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں سے دو بخاری شریف میں ہیں اور دو مسلم میں، باقی تین دیگر کتب میں موجود ہیں۔

50 ہجری میں 65 برس کی عمر پا کر مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور حاکمِ مدینہ مران نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں ان کا مدفن ہے۔ (۳۵)

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا: ان کا اصل نام ''زینب'' تھا حضور ﷺ نے بدل کر صفیہ رکھ دیا۔ ان کا والد حُیَی بن اخطب یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ والدہ کا نام ضرہ بنت سموئل ہے۔ آپ عربی النسل نہیں بلکہ بنی اسرائیل حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کا پہلا شوہر ''کنانہ بن ابی الحقیق'' یہودی تھا جو جنگ خیبر میں قتل ہوا۔ محرم 7ھ میں جب جنگ خیبر کے اسیران جن میں سیدہ صفیہ بھی تھیں کو اکٹھا کیا گیا تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ عرض نے کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی لونڈی عطا کیجئے، آپ نے فرمایا ان میں سے چن لو تو انہوں نے سیدہ صفیہ کو چن لیا، پھر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صفیہ، ''بنی قریظہ اور بنو نضیر'' کی شاہزادی ہیں، اور اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ ﷺ ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیں، تب حضور ﷺ نے حضرت دحیہ کو فرمایا کہ تم کوئی اور لونڈی پسند کرلو، اور خود حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ (۳۶)

سیرت نگاروں نے یہ بھی ذکر کیا ہے جب حضرت صفیہ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو خیمے میں لے جاؤ پھر آپ خود بھی خیمے میں تشریف لائے اور فرمایا ''اگر تم چاہو تو آزاد ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور اگر چاہو تو اسلام قبول کر کے میرے نکاح میں آجاؤ'' حضرت سیدہ بڑی حلیم الطبع اور دانشمند عورت تھیں انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کی تمنا تھی اور آپ کی دعوت سے پہلے ہی میں نے آپ کی

marfat.com

تصدیق کی تھی، اب میں آپ کے پاس ہوں اور مجھے اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اسلام اور کفر میں سے کسی کو چن لوں تو "خدا کی قسم! اللہ اور اس کا رسول ﷺ میرے نزدیک میری قوم سے زیادہ محبوب ہیں" (۳۷)

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں یہ حدیث قابل التفات ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے......

ایک بار رسول اکرم ﷺ حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں آپ نے سبب پوچھا تو عرض کرنے لگیں "یا رسول اللہ ﷺ آپ کی دوسری ازواج کہتی ہیں کہ ہم تم سے بہتر ہیں کیونکہ ہمارا نسب رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے" یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اے صفیہ تم نے کہہ دینا تھا کہ "ہارون علیہ السلام میرے والد ہیں، موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔ (۳۸)

انہوں نے دس حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے باقی دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں رمضان المبارک 50ھ میں ہوا۔ (۳۹)

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا: ان کا اصل نام "رملہ" ہے۔ یہ سردار مکہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب کی دختر ہیں، ان کی والدہ کا نام "صفیہ بنت ابوالعاص" تھا جو کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ ان کا نکاح پہلے عبیداللہ بن جحش سے ہوا، اور دونوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں حصہ لیا مگر وہاں پہنچ کر ان کا شوہر عبیداللہ بن جحش مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور اسی مذہب پر شراب پیتے ہوئے واصل

marfat.com

جنم ہوا۔ وہیں آپ کے ہاں ایک بیٹی ''حبیبہ'' پیدا ہوئیں جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ''ام حبیبہ'' ہے۔ (۴۰)

سیدہ خود فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص مجھے ''یا ام المؤمنین'' کہہ کر پکار رہا ہے جس سے میں نے خود یہ تعبیر لی کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔ (۴۱) چنانچہ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ نے 6ھ میں ان سے نکاح فرمالیا۔ تب آپ حبشہ میں مقیم تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نکاح کا پیغام دے کر نجاشی کی طرف بھیجا، اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے فرمادیا اور اپنی طرف سے 400 دینار حق مہر ادا کر کے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ اس وقت ان کے والد ابوسفیان حالت کفر میں مکہ میں تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ محارب تھے۔ (۴۲)

حضرت ام حبیبہ پاکیزہ ذات اور حمیدہ صفات کی جامع تھیں۔ نہایت ہی بلند ہمت اور سخی طبیعت رکھتی تھیں۔ قوی الایمان اور عشق رسول ﷺ میں یگانہ تھیں۔ ایک بار آپ کے والد ابوسفیان جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، صلح حدیبیہ کی تجدید کیلئے مدینہ آئے، حضور ﷺ کی ملاقات سے قبل سیدہ سے ملنے آپ کے گھر چلے آئے، کئی سالوں کے بعد باپ بیٹی مل رہے تھے، جب وہ آنسرور ﷺ کے بستر اقدس پر بیٹھنے لگے تو سیدہ جلدی سے بڑھ کر بستر کو سمیٹ دیا۔ جب ابوسفیان نے دیکھا تو پوچھے بنا نہ رہ سکے ''بیٹی میں سمجھ نہیں سکا کہ تو نے بستر کو مجھ سے بچایا ہے یا مجھے بستر سے بچایا ہے'' سیدہ کی عشق رسول ﷺ سے لبریز آواز بلند ہوئی ''یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر اطہر ہے اور آپ ابھی شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں، میں نہیں چاہتی کہ آپ کے بیٹھنے سے اس کے تقدس میں کوئی فرق آئے'' ابوسفیان نے سنا تو غصہ سے چہرہ تمتما اٹھا اور بڑبڑاتے ہوئے حجرہ سے باہر نکل گئے۔ (۴۳)

marfat.com

سیدہ ام حبیبہ سے 65 احادیث مروی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں میں جبکہ ایک صرف مسلم میں ہے۔آپ کے شاگردوں میں آپ کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اور صاجبزادی حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں 42ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔(۴۴)

حضرت سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہ: ان کا نام بھی ''برہ'' تھا جو رسول اللہ ﷺ نے تبدیل فرما کر ''میمونہ'' رکھ دیا۔ان کے والد کا نام حارث ہے جبکہ والدہ ''ہند بنت عوف'' ہیں۔ ہند بنت عوف کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا تھا کہ دامادوں کے اعتبار سے روئے زمین پر کوئی بڑھیا ان سے زیادہ خوش نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ان کے دامادوں میں یہ ہستیاں شامل ہیں......

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا حضرت علی، سید الشہداء حضرت حمزہ، سیدنا حضرت عباس، سیدنا حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہم۔(۴۵)

آپ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں، 7ھ میں حضور ﷺ عمرۃ القضاء کیلئے مکہ مکرمہ میں تشریف لے گئے تو یہ بیوہ ہو چکی تھیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں حضور ﷺ سے بات چیت کی اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔

سیرت نگار کہتے ہیں کہ یہ ایسی زوجہ ہیں جنہوں نے خود کو حضور ﷺ پر نچھاور کر دیا تھا، جب آپ کو حضور ﷺ کی طرف سے نکاح کا پیغام ملا تو آپ اونٹ پر سوار تھیں، سن کر آپ نے فرمایا ''یہ اونٹ اور جو کچھ اس پر ہے سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے''

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے کل 76 احادیث مروی ہیں جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک صرف بخاری میں ہے۔(۴۶)

marfat.com

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا آخری زوجہ ہیں ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا، ان کا وصال مشہور قول کے مطابق 51ھ میں مقام ''سرف'' پر ہوا، تب ان کے بھانجے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہاں موجود تھے انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں مقام سرف پر ان کو سپرد زمین کیا گیا۔ (۴۷)

تعجب اور اتفاق کی بات ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، شب زفاف اور سب ایک ہی جگہ ہوا جس کو ''سرف'' کہا جاتا ہے یہ مکہ معظمہ سے دو میل کے فاصلے پر واقعہ ہے، جہاں اب بھی (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دور میں) آپ کا مقبرہ شریف موجود ہے۔ (۴۸)

یہ شہنشاہ کائنات ﷺ کی 11 ازواج ہیں جن پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ان میں سے سیدہ خدیجہ اور سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی وفات پا گئی تھیں ۔ نبی مکرم ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کی 9 ازواج حیات تھیں ۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور سب سے آخر میں 62 یا 63 ہجری میں حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ ان کے وصال کے بعد دنیا ازواج مطہرات سے خالی ہوگئی۔

مستشرقین اور دیگر غیر مسلموں کا اعتراض: سرور کائنات فخر موجودات حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی کثرتِ ازواج پر اُس وقت یہودی وغیرہم اور آج کل مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ متبع الشہوت اور کثیر الشہوۃ تھے اور نفسانی خواہشات کی بنا پر آپ نے اتنی عورتوں سے شادی کی۔ (معاذ اللہ)

یہ اعتراض محض تعصب پر مبنی ہے وگرنہ رسول اللہ ﷺ ''ابعد الناس عن الشھوۃ'' تھے (یعنی سب لوگوں سے بڑھ کر شہوۃ سے دور تھے) اور رسول اللہ ﷺ کو سب لوگوں سے بڑھ کر

marfat.com

اپنے نفس پر کنٹرول (control) حاصل تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''کان املککم لاربہ ''رسول اللہ ﷺ تم سب لوگوں سے بڑھ کر اپنے نفس پر ضبط رکھنے والے تھے۔(۴۹)

رسول اللہ ﷺ پر کیے گئے اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں......

(1) رسول اللہ ﷺ کو بیک وقت 4000 مردوں کی طاقت حاصل تھی۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور کی طاقت کا ذکر یوں فرماتے ہیں......

''کنا نتحدث أنه اعطی قوۃ ثلاثین ''یعنی ہم (صحابہ کرام) بیان کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو 30 مردوں کی طاقت حاصل تھی۔(۵۰)

اس روایت کو علامہ ابن الجوزی نے بھی نقل فرمایا ہے۔(۵۱)

یاد رہے کہ اس سے مراد جنتی مردوں کی طاقت ہے جس طرح کہ دیگر روایات میں اس کی تصریح ملتی ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں، مجاہد سے روایت کیا گیا ہے آپ ﷺ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت عطا فرمائی گئی۔(۵۲)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی روایت میں تیس 30 مردوں کا ذکر تھا اور اس میں چالیس 40 کا ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض پیدا ہو گیا۔ تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک عدد دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتا مثال کے طور پر اگر کوئی شخص بات کرتے ہوئے پہلے 5 مرتبہ کسی کام کو کرنے کا ذکر کرے اور پھر کہے کہ میں نے یہ کام سات بار کیا ہے، تو کوئی بھی ذی شعور اس کو غلط نہیں کہے گا کیونکہ پانچ بھی سات میں شامل ہوتا ہے۔ اور عدد اقل (کم گنتی کا عدد) عدد کثیر (زیادہ گنتی کے عدد کو) مانع نہیں ہوتا۔ لہذا اگر کسی روایت میں تیس کا ذکر ہے اور دوسری میں چالیس کا، تو ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ تیس بھی چالیس کا ہی ایک حصہ ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس جنتی مردوں کے برابر طاقت حاصل تھی۔ مزید تفصیل

marfat.com

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں......

امام ابی نعیم نے مجاہد سے حِلیۃ الاولیاء میں روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر قوت عطا کی گئی تھی۔ امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جنت میں مومن کو اتنی اتنی (روایات میں ستر 70 کا ذکر آتا ہے) عورتوں سے جماع کی قوت دی جائے گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مومن کو اتنی طاقت ہوگی؟ فرمایا ایک مومن کو سو مردوں کی طاقت ہوگی، اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم چالیس کو سو 100 سے ضرب دیں تو یہ تعداد 4000 ہزار کے برابر بنتی ہے۔ (۵۳)

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو چار ہزار 4000 مردوں کی طاقت حاصل تھی اور ایک مرد کیلئے اسلام نے چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے، اگر ہم اس کا حساب کریں تو رسول اللہ ﷺ کو سولہ ہزار 16000 عورتوں کی ضرورت تھی مگر آپ ﷺ کا کمالِ ضبط اور کسر نفس ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جوانی کے تمام لمحات صرف ایک عورت کے ساتھ بسر فرمائے۔ حالآنکہ عرب میں کثرت ازواج کو برا نہ سمجھا جاتا تھا۔

(2) اگر رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ واقعی کثیر الشہوۃ ہوتے تو بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے شادی نہ فرماتے۔ جس ذات کریمہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی جان تک نچھاور کر رہے تھے، تو کیا بعید ہے کہ وہ اپنی کنواری اور جوان لڑکیاں حضور ﷺ سے بیاہ دیتے، مگر آپ ﷺ نے صرف ایک کنواری لڑکی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی اور باقی تمام ازواج بیوہ تھیں یا مطلقہ۔ (رضی اللہ عنہن)

(3) اگر معاذ اللہ آپ ﷺ ایسے ہی ہوتے جس طرح کہ معترضین کہتے ہیں تو 25 سال کی عین جوانی کی عمر میں ایک چالیس سالہ بیوہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہ

marfat.com

فرماتے، حالآنکہ آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور ساری جوانی تقریباً 28 سال صرف انہیں کے ساتھ بسر کئے اور کسی اور عورت سے شادی نہ فرمائی۔

(4) بنسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج کی تعداد نہایت کم ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ازواج 100 تھیں اور سیدنا داؤد علیہ السلام کی ازواج کی تعداد ایک سو سے زائد تھی اور باندیاں ان کے علاوہ ہیں۔ حالآنکہ رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنے والے (یہود و نصاریٰ) ان شخصیات کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور خلیفہ فی الارض مانتے ہیں۔

کثرت ازواج میں حکمتیں: اب سوال یہ ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ شہوت پرست نہیں تھے (اور یقیناً نہیں تھے) تو اتنی عورتوں سے نکاح کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ تھیں جن کے پیش نظر آپ ﷺ نے ان عورتوں سے نکاح فرمایا۔ ان میں سے معدودے چند حسب ذیل ہیں......

(1)...... چونکہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے مبعوث کردہ نبی اور رسول تھے اس لئے آپ نے دین اسلام کی تکمیل کیلئے نکاح فرمائے اور اسلام کی تکمیل سنت سے ہوتی اور سنت کی دو قسمیں ہیں...... خلوت اور جلوت

جلوت کے ساتھی اور رفیق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن سے ظاہری سنن و احکام لوگوں میں عام ہوئے۔ اور خلوت (تنہائی) کی ساتھی ازواج مطہرات ہیں اور ان سے تنہائی کے احکام و سنن کی تعلیم حاصل ہوئی۔

(2)...... رسول اللہ ﷺ جس طرح لوگوں کے سامنے ''متقی'' تھے اسی طرح تنہائی میں بھی صاحب تقویٰ و ورع تھے۔ اور اس تقویٰ کا اظہار کثرت ازواج سے ہوتا ہے۔

marfat.com

(3)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "خیر کم من احسنکم لاھلہ وانا احسنکم لاھلی "یعنی تم میں سے بہترین اخلاق والا وہ ہے جو اپنی زوجہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنی ازواج سے اچھا برتاؤ کرنے والا ہوں۔ اس حسن اخلاق کا اظہار کرنے کیلئے کثیر ازواج سے نکاح فرمایا۔

(4)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبیلے اور خاندانوں کی عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ سبھی کو فضیلت حاصل ہو جائے۔

(5)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبیلے اور خاندانوں کی عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ ان سے رشتہ داری اور قرابت پیدا ہو جائے اور اسلام کی تبلیغ میں آسانی اور سہولت پیدا ہو۔

(6)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ انبیاء کی طرح کثیر ازواج سے نکاح فرمایا۔

(7)......خواتین کے حقوق کی تبلیغ کیلئے کثیر ازواج سے نکاح فرمایا۔

(8)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے کثیر خواتین سے شادی کی تاکہ بہت سی عورتوں کو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرافقت نصیب ہو سکے۔

(9)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بھی زیادہ شادیاں کیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی طاقت وقوت عطا فرمائی ہے۔

(10)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری، بیوہ اور مطلقہ ہر قسم کی عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ امت کیلئے نمونہ ہو سکے کہ ان خواتین سے شادی کرنا معیوب نہیں بلکہ سنت ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

☆......مآخذ و مراجع......☆

(۱)......الاحزاب آیت 32

(۲)......الاحزاب آیت 6

(۳)...... زرقانی ج 3 ص 216

(۴)......زرقانی ج 3 ص 218,219

(۵)......اسد الغابہ جلد 5 ص 434

(۶)......مدارج النبوۃ مترجم جلد 2 ص 635

(۷)......مدارج النبوۃ مترجم جلد 2 ص 635

(۸)......سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص 41

(۹)...... مدارج النبوۃ مترجم جلد 2 ص 636

۲......الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اردو ص 677

(۱۰)......مدارج النبوۃ مترجم جلد 2 ص 636

۲......زرقانی جلد 3 ص 223,224

(۱۱)......صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3534

(۱۲)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد: 3، ص: 224

(۱۳)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد: 3، ص: 227

(۱۴)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد: 3، ص: 227

۲......مدارج النبوۃ اردو جلد 2 ص 638

(۱۵)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد: 3، ص: 227

marfat.com

(۱۶)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:639

(۱۷)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:640

۲......المواہب اللدنیہ اردو جلد 1 ص558,559

(۱۸)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:323

(۱۹)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:641

(۲۰)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص641,642

۲......عشق رسول کریم ﷺ صفحہ372

(۲۱)......مدارج النبوۃ اردو، جلد:2،ص:640

۲......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص:560

۳......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:235

(۲۲)......المواہب اللدنیہ اردو، جلد:1،ص:560.561

(۲۳)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:237

(۲۴)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:648

(۲۵)......مدارج النبوۃ مترجم، ج:2،ص:648

۲......شرح زرقانی علی المواہب، ج:3،ص:238

(۲۶)......مدارج النبوۃ اردو، جلد:2،ص:648

۲......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص:7-566

(۲۷)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:249

(۲۸)......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص:561

(۲۹)......مدارج النبوۃ اردو، ج:2،ص:649

marfat.com

۲......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص562-561

(۳۰)......شرح زرقانی علی المواہب، ج:3،ص:242

۲......مدارج النبوۃ اردو، ج:2،ص:650

۳......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص:562

(۳۱)......صحیح مسلم، جلد:2،ص:285

(۳۲)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:654

(۳۳)......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص566

(۳۴)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:245

(۳۵)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:255

۲......مدارج النبوۃ اردو، جلد:2،ص:657

(۳۶)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:657

(۳۷)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:659

(۳۸)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:259

(۳۹)......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص:571

(۴۰)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:657

۲......المواہب اللدنیہ مترجم، جلد:1،ص:563

(۴۱)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص8-657

(۴۲)...... طبقات ابن سعد، جلد:8،ص:99

(۴۳)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2،ص:658

(۴۴)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3،ص:245

marfat.com

(۴۵)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3، ص:251

(۴۶)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2، ص:663

(۴۷)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3، ص:253

۲......المواہب اللدنیہ اردو، جلد:1، ص:568

(۴۸)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2، ص:662

(۴۹)......صحیح مسلم، حدیث نمبر:1857

۲......صحیح بخاری، حدیث نمبر:1792

۳......سنن الترمذی، حدیث نمبر:660

۴......سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:2037

۵......سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:1677

۶......مسند احمد، حدیث نمبر:23000

(۵۰)......صحیح بخاری، حدیث نمبر:260

۲......مسند احمد، حدیث نمبر:13595

(۵۱)......الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ اردو، ص:682

(۵۲)......مدارج النبوۃ مترجم، جلد:2، ص:632

(۵۳)......عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد:3، ص:217

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی

اولادِ اطہار رضی اللہ عنہم

نوٹ: یہ مضمون "ماہنامہ بہار اسلام" کے ماہِ ربیع الاول 1432ھ کے شمارے میں شائع ہوا۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں اور رحمتوں میں سے قوی تر نعمت و رحمت اولاد کی صورت میں ہر باقسمت آدمی کے گھر کی رونق ہے۔ اولاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسانی جذبات کی اقدار انسانوں کے دلوں میں پروان چڑھاتا ہے جس سے لوگوں کا آپس میں حسن اخلاق اور بامروت طریقۂ گفتگو تخلیق پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اشرف و اعلیٰ مخلوق حضرتِ انسان کی بہترین راہنمائی کیلئے اپنے آخری پیغمبر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کو ہر اس مرحلے سے گزارا جس کا کسی بھی حوالے سے انسان کے ساتھ تعلق ہے تاکہ ہر انسان آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے دنیاوی اور اخروی زندگی کو کامیاب بنا سکے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''یعنی رسول اللہ ﷺ کی مبارک حیات میں تمہارے لئے زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اولاد کی صحیح تربیت کے انداز سکھانے اور ان میں اولاد سے محبت کا جذبہ بیدار کرنے کیلئے، اپنے پیارے محبوب ﷺ کو اولاد عطا فرمائی تاکہ لوگ آپ ﷺ کا اپنی اولاد سے برتاؤ دیکھ کر اپنی لکیروں کو درست کریں۔ یہاں ہم آپ ﷺ کی پیاری اولاد کا مختصر تذکرہ نذر قارئین کرتے ہیں۔

اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد چھ 6 ہے جن میں دو صاحبزادے، حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام اور چار صاحبزادیاں، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہن ہیں۔ کچھ تاریخ نگاروں نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت عبد اللہ بھی ہیں جن کا لقب ''طیب و طاہر'' ہے۔ اس بنا پر حضور اکرم ﷺ

marfat.com

کی اولادِ پاک کی تعداد 7 سات ہو جاتی ہے۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

(مدارج النبوۃ اردو، صفحہ:614)

ان کے علاوہ اور بھی اقوال آپ ﷺ کی اولاد مقدسہ کے بارے میں منقول ہیں جن سے آپ ﷺ کی اولاد کی تعداد 12 تک پہنچتی ہے۔ لیکن وہ افرادِ واحدہ کے اقوال ہیں، لہذا طوالت کے پیش نظر ہم ان اقوال سے صرف نظر کریں گے۔ اور صرف اس اولاد پاک کا تذکرہ کریں گے جن پر علماء کا اتفاق ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ: یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اولاد پاک میں سب سے بڑے صاحبزادے ہیں ۔آپ کی ولادت اعلان نبوت سے قبل ہوئی اور آپ ہی کی نسبت سے حضور انور ﷺ کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ آپ نے ابھی پاؤں پر چلنا سیکھا تھا کہ جنت سدھار گئے ۔بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ کی عمر دو سال ہوئی اور بعض کے مطابق آپ نے صرف سترہ ماہ دنیا کو سرور بخشا۔

حضرت عبداللہ طیب وطاہر رضی اللہ عنہ: آپ کی ولادت باسعادت اعلان نبوت کے بعد ہوئی ،اسی بنا پر آپ کو ''طیب وطاہر'' کے القاب سے ملقب کیا گیا۔ یہ بھی بچپن میں ہی بہشت نشین ہو گئے تھے۔ جب ان کی وفات کی خبر شہر مکہ میں مشہور ہوئی تو خوش بخت بیٹے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بدنصیب باپ ''عاص بن وائل'' نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں ہذیان بکا اور کہا ''محمد (ﷺ) ابتر ہو گئے''۔ ابتر کا معنی ہے کہ اب یہ بے نسل ہو گئے، ان کی نسل آگے نہ چلے گی اور کوئی ان کا نام لیوا نہ رہے گا۔ اس خبیث الفطرت کے ان الفاظ کا جواب خود رب لم یزل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا اور سورۃ الکوثر کا نزول ہوا جس میں خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے

marfat.com

''ان شانئك هو الابتر '' اے محبوب ﷺ بلا شک وریب آپ کا دشمن ہی ابتر (بے نسل) ہے۔اور جہاں تک محبوب اکرم ﷺ کی شان وعزت کی بات ہے تو ''انا اعطینک الکوثر '' اے ہمارے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی خیر باکثرت عطا فرمادی ہے ۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں......

انا اعطینک الکوثر

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ: یہ نبی کریم ﷺ کے یہ صاحبزادے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے متولد ہوئے ان کی ولادت ماہِ ذوالحجہ 8ھ میں مدینہ منورہ کے قریب ایک علاقہ ''عالیہ'' میں ہوئی، اسی نسبت سے ''عالیہ'' کا دوسرا نام ''مشربہ ابراہیم'' بھی ہے۔ یہ حضور سرور کونین ﷺ کی آخری صلبی اولاد ہیں ۔ان کی والدہ محترمہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے دیگر تحائف کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں بھیجا تھا۔ان کی ولادت کے وقت، نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سلمیٰ نے دایہ کی خدمات انجام دیں، انہوں نے حضرت ابو رافع کو یہ خوشخبری دے کر حضور ﷺ کے پاس مدینہ منورہ بھیجا۔جب حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ یہ خوشخبری لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ پہنچے اور ولادتِ باسعادت کی خبر دی تو حضور ﷺ نے خوش ہو کر حضرت ابو رافع کو انعام کے طور پر ایک غلام عطا فرمایا۔حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ولادت کے بعد حضرت جبریل امین بارگاہِ حبیب العالمین ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو ''یَا اَبَا اِبْرَاھِیْم '' کہہ کر نداء کی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ ﷺ بے حد مسرور ہوئے اور آپ نے ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح فرمائے اور سر کے بال اتار کر ان کے

marfat.com

وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور ابراہیم نام رکھا۔حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے کیلئے حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کو منتخب کیا گیا۔حضرت ابوسیف لوہار تھے اوران کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت والفت تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر فرزند ذیشان کی زیارت کیلئے ''مقام عالیہ'' کا دورہ فرمایا کرتے جوکہ ایک طرح سے حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کی قسمت کا اوج تھا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی بچپن میں وفات پا گئے جبکہ ابھی آپ نے دودھ پینے کی مدت بھی مکمل نہیں کی تھی۔سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے......

میرا شہزادہ دودھ کی مدت پوری کرنے سے پہلے وفات پا گیا لہذا اس کی دودھ کی مدت پوری کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک دودھ پلانے والی مقرر فرما دی ہے۔ (بخاری)

جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی جانکنی کا وقت قریب آیا تو مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابراہیم کے پاس چلے آئے وہ عالم نزع میں تھے ان کو دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ،آپ نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا ''اے ابراہیم تمہاری جدائی کے سبب ہماری آنکھیں بہتی ہیں اور دل غمزدہ ہے'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی روتے ہیں حالانکہ آپ نے ہمیں رونے سے منع فرمایا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا اے عوف کے بیٹے تم جو حالت و کیفیت دیکھ رہے ہو یہ میت پر محبت و شفقت کی وجہ سے ہے اور جس رونے سے منع فرمایا وہ چیخ و پکار اور آواز کے ساتھ رونا ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

marfat.com

کے ساتھ دفن کیا گیا۔ صحیح قول کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کرنے بعد قبر انور پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں یہ پہلا چھڑکاؤ تھا جو کسی کی قبر پر کیا گیا، پھر حضور ﷺ نے ان کی قبر اطہر پر نشانی لگا اور نشانی لگانے کیلئے خود پتھر اٹھا کر لائے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگا جس سے لوگوں نے یہ بات گھڑلی کہ جب کسی بڑی شخصیت کا وصال ہوتا ہے تو سورج گرہن لگتا ہے اسی لئے حضرت ابراہیم کی وفات پر سورج گرہن لگا، جب سرکارِ مدینہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا ''اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَادْعُوْا اللّٰہَ وَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِی ''یعنی سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت یا زندگی سے ان میں گرہن نہیں لگتا لہذا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو اور نماز پڑھو حتی کہ گرہن ختم ہو جائے۔ (صحیح بخاری، جلد: 1، ص: 145)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قدر و شان: ابن الرسول ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قدر و شان بہت بلند و اعلیٰ ہے حتی کہ روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ اگر آپ حیات رہتے تو ضرور اللہ کے نبی ہوتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے نبی پاک ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں وہ بچپن میں وفات پا گئے تھے اگر اللہ کے حکم میں سرورِ عالم ﷺ کے بعد کسی کا نبی ہونا مقدر ہوتا تو وہ ضرور زندہ رہتے۔ (صحیح بخاری، جلد: 2، صفحہ: 914)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم

marfat.com

کی نمازِ جنازہ ادا کی اور پھر فرمایا ان کو دودھ پلانے کی خاطر جنت میں ایک مرضعہ کا تعین کر دیا گیا ہے اور اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور صدیق اور نبی ہوتے۔ (رواہ ابن ماجہ، مدارج، جلد:2)

اسی طرح دیگر کتب احادیث وسیرت میں اس روایت کو نقل کیا گیا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ قول باطل ہے کہ نبی کا بیٹا بھی نبی ہوتا ہے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے مگر ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی نبی نہیں ہوا۔ مگر ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ ان روایات میں یہ بیان نہیں ہو رہا کہ ہر نبی کا بیٹا نبی ہوتا ہے بلکہ ان میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو اللہ کے نبی ہوتے، ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کو اپنے علم لدنی کے باعث اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر فرمایا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ان کی شان ومرتبہ سے آگاہ کرنے کیلئے اس طرح کے الفاظ استعمال کئے جس طرح کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے"۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کی خصوصیت پر حرف آئے گا حالانکہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا ازل سے متعین ہو چکا۔ اس بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جو صدق طرفین اور ان کے وقوع کو مستلزم نہیں ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ "اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی ہوتے مگر چونکہ وہ زندہ نہیں رہے لہذا وہ نبی بھی نہیں ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت سیدہ زینب بنت رسول رضی اللہ عنہا و ﷺ: سرور عالم دافع رنج والم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول ہیں۔ آپ کی ولادت اعلان نبوت سے دس سال قبل ہوئی، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تیس 30 سال تھی۔ ان کا نکاح اعلان نبوت سے قبل ان کے خالہ زاد ابو العاص بن الربیع سے

marfat.com

ہوا جو حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ (مدارج النبوۃ، میں ان کی والدہ کا نام ہالہ کی بجائے "ہند بنت خویلد" تحریر ہے۔) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابتدائے اسلام میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن آپ کے شوہر ابوالعاص کفر و شرک پر ڈٹے رہے۔ (بعد میں آپ بھی مسلمان ہو گئے تھے، اس کا ذکر آئندہ سطور میں آرہا ہے) سیدہ زینب بنت رسول نے اپنے شوہر کے ایمان لانے سے تقریباً چھ سال قبل مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ کچھ اس طرح ہے......

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ...... ابوالعاص حالت کفر میں غزوۂ بدر میں مشرکوں کی طرف سے شریک ہوئے تو حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری نے انہیں قیدی بنا لیا، جب اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو چھوڑانے کیلئے فدیے بھیجے تو ابوالعاص کو چھڑانے کے لئے ان کا بھائی مدینہ آیا۔ اس کے ہاتھ سیدہ زینب بنت رسول نے فدیہ کے طور پر ایک ہار بھیجا جو آپ کو آپ کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو اسے پہچان گئے اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ "اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو یہ ہار لئے بغیر اس قیدی کو رہا کر دو" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، پھر ابوالعاص کو رہا کر دیا گیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر وہ سیدہ زینب کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیں گے۔

(اخبار النساء من سیر اعلام النبلاء، ص:220، طبقات ابن سعد، جلد:8، صفحہ:31)

مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور انصار میں سے ایک اور شخص کو ان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ سیدہ زینب کو اپنی حفاظت میں مدینہ لے آئیں۔ آپ ﷺ نے ان اصحاب کو نصیحت کی کہ تم لوگ مکہ میں مت داخل ہونا بلکہ

marfat.com

''وادیٔ ناج'' کے بطن میں رک جانا، یہ مقام مکہ سے باہر مسجد عائشہ کے بالکل سامنے واقع ہے ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نصیحت کی کہ جب وہ سیدہ زینب کو تمہارے سپرد کریں تو انہیں اپنے ساتھ با حفاظت مدینہ لے آنا۔(مدارج النبوۃ اردو، جلد:2، صفحہ:622)

ابو العاص نے حسب وعدہ سیدہ زینب کو تیاری کا حکم دیا اور اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کو اونٹ لانے کو کہا، کنانہ نے اونٹ تیار کیا اور سیدہ زینب کو سوار کر کے دن دیہاڑے مدینہ منورہ کا رخ کیا، قریش کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طویٰ'' میں جا گھیرا (یہ مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً سات آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر مدینہ کے راستے میں تنعیم کے برابر واقع ہے) سب سے پہلے ہبار بن اسود ان کے پاس پہنچا اور نیزے سے اونٹ کو ڈرایا جس سے وہ ایک دم اچھلا اور سیدہ زینب اونٹ سے گر پڑیں جس کی وجہ سے آپ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ہبار بن اسود کے اس طوفانِ بدتمیزی پر کنانہ بن ربیع طیش میں آ گیا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر زمین پر ڈالے اور کمان پکڑ کر بولا ''اللہ کی قسم! جو بھی (بری نیت سے) میرے قریب آئے گا میرے تیروں سے نہیں بچ سکے گا'' یہ صورت حال دیکھ کر ابو سفیان اپنے دیگر بڑے بوڑھوں کے ساتھ آگے بڑھا اور معاملہ رفع کرا دیا اور بولا......

اے نوجوان! ہم تجھے زینب کو لیجانے سے نہیں روکتے، مگر جب تم اس طرح دن دیہاڑے اسے یہاں سے لے کر جاؤ گے تو لوگ اسے ہماری بزدلی اور کمزوری سمجھیں گے اور کہیں گے کہ ہم لوگ اتنے ضعیف اور ناتواں ہو گئے کہ مسلمان دن چڑھے ہجرت کرنے لگے، لہٰذا تم اسے کسی دن رات کے اندھیرے میں لے جانا تاکہ ہمارا بھرم بھی قائم رہے۔اس کے بعد کنانہ، سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لے آیا اور چند روز کے بعد رات کے وقت آپ کو لے کر نکلا اور ''بطن ناج'' میں حضرت زید بن حارثہ وغیرہ کے سپرد کیا جو سیدہ کو اپنی حفاظت میں مدینہ منورہ لے آئے۔

marfat.com

(شرح زرقانی علی المواہب، جلد: 3، ص 195,196 وسیرت ابن ہشام)

سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے دوران جتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئیں، اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے فضائل میں ارشاد فرمایا ''ھی افضل بناتی اصیبت فیّ ''یعنی میری یہ بیٹی اس اعتبار سے بڑی فضیلت والی ہے کہ اسے میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ (زرقانی)

حضرت ابوالعاص کا قبولِ اسلام: حضرت ابوالعاص، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ (یا ہند بنت خویلد) کے صاحبزادے ہیں۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں، البتہ کتب سیرت (مدارج وغیرہ) میں ان کا نام ''لقیط بن الربیع'' منقول ہے۔

حضرت سیدہ زینب بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے تقریباً اڑھائی سال بعد ابو العاص تجارت کی غرض سے اپنا اور مکہ کے کچھ اور لوگوں کا سامان لے کر نکلے۔ وہاں سے واپسی پر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے ان کے لشکر کا تعاقب کیا اور انہیں قابو کرلیا۔ صحابہ چاہتے تھے کہ ان تمام اہل لشکر کو قتل کردیں۔ جب سیدہ زینب کو علم ہوا کہ ان میں ابوالعاص میں شریک ہیں تو انہوں نے ابوالعاص کو پناہ دی اور انہیں قتل کرنے سے لوگوں کو باز رکھا۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے ابوالعاص کو قبولِ اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرلو تو مشرکوں کا یہ سارا مال تمہارے لئے مالِ غنیمت ہوگا اور تم اس کے مالک ہوگے۔ ابوالعاص نے ان کی دعوت کو قبول کیا مگر مشرکوں کا مال لینے سے انکار کردیا اور اجازت لے کر مکہ روانہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کر جس جس کا مال آپ کے پاس تھا، اس کے سپرد کیا اور بولے ''اے اہل مکہ! کیا تمہارا مال میں نے تمہیں لٹا دیا ہے؟ کیا تم مجھے مال کی ذمہ داری سے آزاد سمجھتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہاں'' تو ابوالعاص بولے کہ ''پھر تم گواہ رہنا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے

marfat.com

سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں'' کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد یہ مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے۔ (مدارج النبوۃ اردو، جلد:2، صفحہ:622)

ابو العاص 6ھ میں ملک شام کی طرف تجارت کیلئے گئے، اور پھر جب سارے واقعہ کے بعد مسلمان ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ماہِ محرم الحرام 7ھ کا سال تھا۔

(طبقاتِ ابن سعد، جلد:8، ص:33)

سیدہ زینب اور ابو العاص کا دوبارہ ملاپ: حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد، سید المرسلین ﷺ نے سیدہ زینب کو دوبارہ ان کے سپرد کر دیا۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا دوبارہ نکاح فرمایا، یا پہلے نکاح کو ہی برقرار رکھتے ہوئے سیدہ کو ابو العاص کے سپرد کر دیا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی (سیدہ زینب) کو نئے نکاح اور نئے حق مہر کے ساتھ ابو العاص کے سپرد کیا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث 6938، جامع ترمذی، رقم الحدیث 1142، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2010، طبقات بن سعد، جلد:8، صفحہ:32)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہزادی کو پہلے نکاح کے ساتھ ہی حضرت ابو العاص کے سپرد کیا اور نیا مہر مقرر نہیں فرمایا۔

(مسند احمد، رقم الحدیث 12644، سیرت ابن ہشام، جلد:1، صفحہ:658)

صحیح قول کے مطابق آپ کا دوسرا نکاح نہیں کیا گیا بلکہ آپ کو پہلے نکاح پر ہی ابو العاص کے سپرد کیا گیا۔ جس روایت میں نکاح ثانی کا ذکر ہے وہ سنداً ضعیف ہے۔ جیسا کہ ''طبقاتِ ابن سعد، جلد:8، صفحہ:32'' پر اس مسئلہ کی تمام وضاحت موجود ہے۔

marfat.com

اولادِ اطہار: حضرت سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کے ہاں حضرت ابوالعاص سے ایک بیٹا "علی بن ابی العاص" پیدا ہوا جو کہ بالغ ہونے کے قریب تھا کہ اپنی والدہ محترمہ کی زندگی میں ہی وفات پا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی سواری کے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد: 7، صفحہ: 130)

اس کے علاوہ ایک بیٹی حضرت امامہ بنت ابی العاص بھی پیدا ہوئیں جن سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے بعد نکاح فرمایا۔ (ایضاً) حضرت امامہ کے ہاں حضرت علی المرتضیٰ سے ایک بیٹے "محمد اوسط بن علی المرتضیٰ" متولد ہوئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی نواسی حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، آپ نماز کے دوران انہیں اپنے کندھوں پر سوار کر لیا کرتے تھے۔ ایک بار بڑا ہی خوبصورت سونے کا ہار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور آیا جس کی خوبصورتی دیکھ کر ازواج مطہرات حیران رہ گئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ہار میں اس کو دوں گا جو مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے محبوب ہے، امہات المومنین سمجھیں کہ یہ ہار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملے گا مگر آپ ﷺ نے وہ ہار اپنی پیاری نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا۔
(زرقانی، جلد: 3، ص: 297)

سیدہ زینب کا وصال: حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کا وصال 8 ھ میں ہوا، آپ کو ام المومنین حضرت سودہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت ام عطیہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہن نے غسل دیا اور رسول اکرم ﷺ نے کفن کیلئے خاص اپنا تہبند عطا فرمایا۔
(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1254)

marfat.com

تجہیز و تکفین کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خود قبر انور میں اتر کر آپ کو دفن کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے مبارک چہرے پر رنج و ملال کے واضح اثرات موجود تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ و رضی اللہ عنہا: سرکار مدینہ ﷺ کی شہزادیوں میں سے دوسرے نمبر پر حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے 33 ویں سال اور حضور پر نور ﷺ کے اعلانِ نبوت سے سات 7 سال قبل ہوئی۔ آپ حضرت سیدہ زینب بنت رسول ﷺ سے تین سال چھوٹی ہیں۔ آپ نے بھی ابتدائے اسلام میں ہی اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا۔

آپ کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے "عتبہ" سے ہوا تھا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب قرآن مجید میں سورۂ لہب نازل ہوئی اور ابولہب کی ازلی تباہی اور دائمی رسوائی کا ذکر ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ (عتیبہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم سے ہوا تھا) کو کہا کہ جب تک تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دیتے میرا اور تمہارا سر ایک تکیہ پر حرام ہے (مطلب یہ ہے کہ دو محبت کرنے والے ایک تکیے پر سر رکھ کر سوتے ہیں جب تک تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کر طلاق نہیں دیتے ہمارا محبت کا تعلق ختم ہے) لہذا ان دونوں نے رخصتی سے قبل ہی اس نکاح کو ختم کر دیا۔

(تاریخ طبری، جلد:2، صفحہ:43، المواہب اللدنیہ، جلد:2، صفحہ:61)

اس کے بعد آپ کا نکاح سید الاغنیاء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور آپ دونوں میاں بیوی نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور دونوں "صاحب الہجرتین" (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے

marfat.com

سرفراز ہوئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کے متعلق رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے....

''انها لاول من هاجر الى الله بعد لوط ''یعنی حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ کی طرف ہجرت کی۔ (الاصابہ، ج:12، ص:257)

اولاد پاک: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح سے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹے ''حضرت عبداللہ بن عثمان'' پیدا ہوئے، انہی کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابو عبداللہ'' تھی۔ انہوں نے اپنی والدہ کے بعد 4ھ میں چھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (زرقانی) منقول ہے کہ ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماری جس سے چہرے پر ورم آگیا اور آپ کی وفات ہوگئی۔ (اخبار النساء من سیر اعلام النبلاء، صفحہ:226)

بیماری اور وفات: غزوۂ بدر سے کچھ دیر پہلے آپ سخت بیمار ہوگئیں تھیں جبکہ مسلمان غزوۂ بدر کی تیاریاں کر رہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کیلئے مدینہ میں ہی رکنے کا حکم ارشاد فرمایا اور آپ کو بدری صحابہ کا مقام بغیر شرکت کے ہی عطا فرمادیا اور مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی عنایت کیا کیونکہ آپ اطاعت رسول ﷺ میں مدینہ منورہ رکے تھے۔

''الاصابہ'' اور ''اسد الغابہ'' میں منقول ہے کہ حضرت سیدہ رقیہ کو ''چیچک'' نکل آئی تھی اور اس قدر کمزوری ہوگئی کہ صاحبۂ فراش ہوگئیں۔ بالآخر آپ کی ہجرت کو ایک سال سات ماہ گزرے تھے کہ ماہِ رمضان المبارک 2ھ عین فتح بدر کے روز آپ کا انتقال ہوگیا۔

کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بدر سے واپسی کے بعد آپ کا انتقال ہوا، کیونکہ ان میں ذکر ہے کہ خواتین ان پر روتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں رونے سے منع نہیں کیا حتیٰ

marfat.com

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عورتوں کو ڈانٹا اور رونے سے منع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! انہیں رونے دو، کیونکہ رونا اگر آنکھوں سے ہو تو رحمت اور اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ہاتھ اور زبان سے ہو تو شیطان کی طرف سے ہے، پس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر کے سرہانے کی جانب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کپڑے کے پہلو سے ان کے آنسو صاف کر رہے تھے۔ (مدارج النبوۃ اردو، ج:2، ص:625)

روایات میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں ہی تھے یا واپس آ چکے تھے جب سیدہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ مشہور قول یہی ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں ہی تھے اور جن روایات میں ہے کہ خواتین روتی تھیں...... ہو سکتا ہے آپ واپسی پر ان کی قبر پہ زیارت کیلئے گئے ہوں جیسا کہ اس روایت کے الفاظ ''فَقَعَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ'' اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (طبقاتِ ابن سعد، ج:8، ص:37)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں سب سے پہلے انہیں کا انتقال ہوا۔

حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول ہیں۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں، ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ حاکم نے مصعب الزبیری سے روایت کیا ہے کہ ان کا نام ''امیہ'' تھا اور یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال بڑی تھیں۔ (الدوحۃ النبویۃ، ص:46)

ان کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس نے رخصتی سے قبل ہی طلاق دیدی تھی، اور نہ صرف انہیں طلاق دی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ بھی بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ سب وشتم کے ذریعے تکلیف پہنچائی۔ اس وقت

marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے یہ کلمات نکل گئے کہ ''اللھم سلط علیہ کلبا من کلا بک''، یعنی اے اللہ تو ان پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے، لہذا سرکارِ ابد قرار ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے الفاظ کو اجابت وقبولیت نے گلے لگایا اور سفر شام کے دوران اس پر ایک شیر نے حملہ کر کے اس کے سر کو چباڈالا۔

(المواہب اللدنیہ، جلد:2، صفحہ:62 تفسیر ابن کثیر، جلد:4، صفحہ:223)

یاد رہے کہ اس لعین کے دوسرے بھائی عتبہ نے اگرچہ شہزادی کو طلاق دی تھی مگر رسول اللہ ﷺ کی اس طرح بے ادبی نہیں کی تھی جس طرح عتیبہ نے کی، لہذا وہ (عتبہ) اور ان کا ایک اور بھائی ''معتب'' کلمہ اسلام پڑھ کر صحابیت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان کی بہن سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ کی وفات کے بعد سرورِ عالم ﷺ نے ان کا نکاح ماہِ ربیع الاول 3 ھ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور جناب عثمان غنی ''ذوالنورین'' کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ (طبقاتِ ابن سعد، جلد:8، صفحہ:38، المستدرک، جلد:4، صفحہ:49)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے ماہِ شعبان المعظم 9 ھ میں وفات پائی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''لَوْ كُنَّ عَشَرًا لَزَوَّجْتُهُنَّ عُثْمَانَ''، یعنی اگر میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ (طبقاتِ ابن سعد، جلد:8، صفحہ:38)

marfat.com

ریحانۃ الرسول حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا: خاتون جنت ام ابیہا

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا، رسول اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی شہزادی ہیں ۔آپ کی ولادت پُر سعادت بعثت نبوی سے کچھ عرصہ قبل ہوئی۔ آپ کی کنیت "ام ابیہا" اور القاب "ریحانۃ الرسول، الزہراء، زکیہ، سیدۃ نساء اہل الجنۃ" وغیرہ ہیں۔

"ام ابیھا" کا مطلب ہے "اپنے باپ کی ماں" آپ کو "ام ابیہا" اس لئے کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ اپنے والد کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنی محبت والفت کے جذبات کو ایک ماں کی طرح نچھاور کیا کرتی تھیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کو "ام ابیہا" کہنے لگے۔ (حاشیہ، اخبار النساء من سیر اعلام النبلاء، صفحہ 233)

رسول اکرم ﷺ کو اپنی تمام شہزادیوں میں سب زیادہ انہیں سے محبت والفت تھی اور اسی طرح سیدہ فاطمہ بھی اپنے والد محترم ﷺ سے از حد پیار فرماتی تھیں۔ جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے ملنے کیلئے تشریف لاتیں تو سرکار دو عالم ﷺ انہیں دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ اپنی لخت جگر سے ملنے ان کے ہاں تشریف لیجاتے تو وہ بھی انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوتی اور ہاتھوں کو بوسہ دے کر اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں، ان کے مختصر تذکرے میں ان احادیث وروایات کو بیان نہیں کیا جا سکتا، البتہ چند ایک احادیث نظر قارئین ہیں......

ایک بار حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ کیا اور اس کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا "واللہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ نَبِیِّ اللّٰہِ وَبِنْتُ عَدُوِّ

marfat.com

اللّٰہِ وَاِنَّمَا فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ یَرِیْبُنِیْ مَا رَابَهَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا ''یعنی فرمایا اللہ کی قسم! اللہ کے نبی (ﷺ) اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں اکٹھی نہیں ہو سکتی اور بلا شک و ریب فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، وہ مجھے ناراض کرے گا جو اسے ناراض کرے اور وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا جو اسے ایذاء دے۔

(صحیح بخاری، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج: 1، ص: 664)

اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے'' فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّۃِ ''یعنی فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ (ایضاً)

نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کو اپنی اس شہزادی سے از حد محبت تھی، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سفر کیلئے کہیں جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ کے گھر سے نکلتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیدہ خاتون جنت کے گھر تشریف لاتے اور پھر ازواج مطہرات کے پاس جا۔ تے۔ (مدارج النبوۃ اردو، صفحہ: 628)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی پرہیز گار، عبادت گزار اور پردہ نشین خاتون تھیں، آسمان نے کبھی آپ کے سر کا بال تک نہیں دیکھا۔ نوافل پڑھنے کھڑی ہوتیں تو ساری ساری رات گزار دیتیں، چنانچہ آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ گھر کی مسجد میں ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتیں اور میں نے سنا کہ جب دعا کرتیں تو اپنے لئے کچھ نا مانگتیں بلکہ مسلمان مرد و خواتین کیلئے دعائیں کرتیں، ایک بار میں نے عرض کیا اے اماں جان! آپ اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتیں ،صرف مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا بیٹا! ''اول الجوار ثم الدار ''یعنی پہلے پڑوسیوں کو حق ہوتا ہے اور پھر اپنا۔ (مدارج، ص: 629)

marfat.com

شادی اور اولاد: غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد ماہِ رمضان 2ھ میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اوپر جس تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے وہ "مدارج النبوۃ" میں تحریر ہے جبکہ کچھ کتابوں میں "ماہِ ذوالقعدہ یا ذوالحجہ وغیرہ" کا ذکر بھی ملتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے عقد سے کل 6 بچے متولد ہوئے جس میں تین بیٹے "حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت مُحَسِّن رضی اللہ عنہم" اور تین بیٹیاں "حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ ام کلثوم اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہن" شامل ہیں۔ ان میں سے حضرت محسن اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کا بچپن میں ہی وصال ہو گیا۔

(زرقانی، جلد:3، صفحہ:333)

اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب اور سیرت وکردار پر بے حد وحساب لٹریچر نظروں کے سامنے ہے مگر اختصار نے قلم کو اپنے شکنجے میں لے رکھا اور قطعی آگے چلنے کی اجازت نہیں دے رہا، ناچار ہم ان کے تذکرہ کو طویل کرنے کی بجائے یہ کہہ کر تاریخ وصال کا ذکر کرتے ہیں کہ

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

وصال پر ملال: صحیح قول کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال پر ملال حضور نبی رحمت ﷺ کے وصال مبارک سے چھ ماہ بعد تین رمضان المبارک 11ھ منگل کی رات ہوا۔ ایک قول کے مطابق آپ کی نمازِ جنازہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو رات کے وقت بقیع شریف میں دفن کیا گیا۔ (مدارج النبوۃ اردو، جلد:2، صفحہ:629)

marfat.com

سیدہ فاطمہ کی روح کس نے قبض کی؟: عام طور مقررین وخطباء بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مقدس کو خود رب کائنات کے قبض کیا۔اس مسئلہ میں بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور بہت ساروں کو غلط فہمی کا شکار کر دیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ تو اس بات کو سرے سے مانتے ہی نہیں اور ماننے والوں کو معاذ اللہ ''شیعہ'' کہہ دیتے ہیں،اور جو مانتے ہیں ان میں سے اکثر اس بات کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت سمجھتے ہیں۔نہ تو یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے اور نہ ہی یہ بہت بلند فضائل ومناقب کی حامل بات ہے، کیونکہ بہت سارے جانور، چوپائے،حشرات الارض اور زمینی کیڑے ہیں جن کی روح کو خود اللہ جل شانہ اپنے دست قدرت سے قبض فرماتا ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مقربین کی روح کا قبض کرنا اپنے ذمۂ کرم پر لے رکھا ہے جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ...... بے شک اللہ تعالیٰ نے روحوں کو قبض کرنے کیلئے ملک الموت کو مقرر فرمایا ہوا ہے مگر دریا کے شہیدوں کی روح کو خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے۔(شرح الصدور،ص:33)

اسی طرح علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں کہ'' ان من خواص العباد من یتولی اللہ قبض روحہ ''یعنی بندوں میں سے کچھ خاص بندے ایسے ہیں جن کی روح خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے۔

اور جہاں تک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضِ روح کا معاملہ ہے تو علامہ اسماعیل حقی اپنی شہرہ آفاق تفسیر ''روح البیان'' میں فرماتے ہیں......

ان فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنھا لما نزل علیھا ملک الموت لم ترض بقبضۃ فقبض اللہ روحھا ''یعنی جب ملک الموت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح قبض

marfat.com

کرنے کیلئے آئے تو آپ اس کے روح قبض کرنے پر راضی نہ ہوئیں، پس اللہ تعالیٰ نے خود ان کی روح کو قبض فرمایا۔(روح البیان، جلد:8، صفحہ:114)

جہاں پر علامہ حقی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبضِ روح کا ذکر کیا ہے وہیں ساتھ حضرت ذوالنون مصری کا واقعہ بھی تحریر کیا ہے جس معلوم ہوتا کہ ہے ان کی روح بھی خود رب کائنات نے قبض کی تھی لہذا معلوم ہوا کہ یہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت نہیں ہے۔واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

گذشتہ سال ماہِ ربیع الاول شریف میں حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ لکھا تھا جس کے بعد دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ حضور رحمت عالم ﷺ کی اولادِ اطہار کا مختصر تذکرہ بھی نذر قارئین ہونا چاہئے۔لہذا اب کے برس ان مبارک ہستیوں کا ذکر آپ کے پیش نظر ہے جنہیں سید العالمین ﷺ کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس مضمون کو اب سے پہلے بھی شائع کیا جا سکتا تھا مگر میں نے ربیع الاول شریف کا ہی انتخاب کیا کیونکہ اس مبارک مہینے کو سرکار مدینہ ﷺ کے ساتھ خصوصی علاقہ ہے۔اس مہینے میں آپ ﷺ کے میلاد کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں، اور حقیقتاً تو میلاد یہی ہے کہ آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات اور آپ ﷺ سے تعلق رکھنے والی ذوات وشخصیات کا ذکر کیا جائے۔لہذا ہم نے اسی مہینے میں پہلے ازواج مطہرات کا تذکرہ تحریر کیا اور اب اولادِ طیبات کا ذکر کیا تا کہ ہماری اور جو احباب اس کو احاطۂ نظر میں لائیں، دونوں کی طرف سے ایک طرح کی محفل میلاد کا انعقاد ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

غصے کی وجوہ

اور اس کا

اسلامی علاج

نوٹ: یہ مضمون، محمد عرفان طریقتی ''مدیر ماہنامہ بہار اسلام'' کی تصنیف ''**انوکھی عبادات**'' سے لیا گیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد ماہنامہ بہار اسلام میں قسط وار شائع ہو چکی ہے۔

marfat.com

فلسفہ قرآنی کے مطابق پیدائش انسانی کا مقصد وعلت فقط عبادت کرنا ہے۔ جس طرح کے گذشتہ شمارہ جات میں اس کی بحث گزری ہے مگر جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں تو انسان عبادت کرنے کے برعکس ایسی صفات سے متصف نظر آتا ہے جن میں بظاہر عبادت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی جن میں سے ایک عادت غصہ کرنا بھی ہے اب غصے کو عبادت کہا جائے تو یہ ایک لطیفہ ہی ہو جائے گا کہ غصے کو تو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، مگر میری نظر میں ایسی بات نہیں ہے ہاں ٹھیک ہے کہ غصہ کرنا نگاہ شرع میں حرام ہے مگر جب اللہ نے انسان کو پیدا عبادت کے لئے کیا ہے اور غصہ بھی انسان میں پائی جانیوالی عادات میں سے ایک ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مطلقاً غصہ کرنا حرام ہو جائے اس طرح تو خود رب کائنات نے انسان کو اس کے مقصد حیات سے (معاذ اللہ) ہٹانے کا منصوبہ تیار کر رکھا ہے مگر ایسا نہیں ہے اگر انسان میں غصہ کرنے جیسی عادت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی صورتیں بھی پیدا فرمائی ہیں جن کے ذریعے انسان غصہ کر کے اپنی عادت کو بھی پورا کر سکتا ہے اور اس کے مقصد پیدائش (یعنی عبادت) میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، ہم اپنی بساط کے مطابق غصے کے دونوں پہلوؤں پر گفتگو کریں گے۔

غصہ کرنا جائز نہیں: بیسیوں ایسی احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے غصہ کرنے سے منع فرمایا، اور اپنے غصے پر قابو پانے والے کو جنت کی خوش خبری سنائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کرنا نبی ﷺ کے ہاں کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

غصہ ایمان کو برباد کرتا ہے: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ ایمان کو ایسے برباد کرتا ہے جیسے ایلوا، شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

marfat.com

(سنن بیہقی)

پہلوان کون؟: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو بچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث 5649 صحیح مسلم رقم الحدیث 4723، مؤطا امام مالک رقم الحدیث 1049، مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 6921/10284)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ پہلوان کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا جو لوگوں کو بچھاڑ دے اور اس کو کوئی نہ بچھاڑ سکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث 4724 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4148 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 3444)

تمہارے لئے جنت ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غصہ نہ کرو تو تمہارے لئے جنت ہے"۔

(مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 69,70)

غصہ آنے کی وجوہ: غصہ کیوں آتا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب کا ہر شخص متلاشی ہے اس کے بارے میں درج ذیل معلومات یقیناً سودمند ثابت ہونگی۔

طبی نقطہ نظر (Medical Model) کے تحت غصہ اور تشدد کو انسانی جسم میں مردانہ طاقت کے ہارمونز (Testosterone) کی زیادتی سے منسلک کیا جاتا ہے۔ نیز

marfat.com

چند ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں میں انسانی دماغ میں چند خاص طرح کے مرکبات (Neurotransmitters) جن میں سر فہرست ڈوپامین (Dopamine) نام کا مرکب ہے، کا اضافہ تشدد کو پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے یا پھر ثانوی وجوہ میں لمبی اور نہ ختم ہونے والی بیماریاں آجاتی ہیں۔

نفسیاتی وسماجی نقطہ نظر (Psychosocial Model) کے تحت غصے کی چند بنیادی اور بڑی وجوہات یہ بتائی گئی ہیں۔

(1) sex of Expectations توقعات پر اگر کوئی چیز، ماحول یا شخص پورا نہ اتر پائے تو آدمی غصے، جھنجلاہٹ اور چڑچڑے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہاں اس چیز کی وضاحت ضروری ہے کہ مختلف لوگ مختلف اوقات میں مختلف طرح کی توقعات رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو معمولی سا بھی غیر متوقع ماحول پریشان کر دیتا ہے جبکہ کچھ لوگ شدید غیر متوقع حالات میں بھی اپنے اعصاب پر قابو رکھنے کی اہلیت کے حامل ہوتے ہیں۔

(2) ذہن کی مدافعتی نظام Defence Mechanism کے تحت لاشعور میں چھپی ہوئی نا آسودہ خواہشات اور احساس محرومی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو شعور اور لاشعور کے درمیانی Barrier یا رکاوٹ کو توڑ کر غصے یا تشدد کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس عمل کو نفسیاتی اصطلاح میں Acting Out کا عمل کہا جاتا ہے۔ عموماً یہ عمل وقفے وقفے سے ہوتا ہے اور غصے کا اظہار کرنے والے شخص کو بظاہر اپنے غصے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن وہ اپنے غصے کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

(3) غصے کی شدید صورت کو تشدد (Aggression) کہتے ہیں۔ اس کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

(الف) Hostile Aggression جو غصے اور اس نوعیت کے دیگر احساسات سے

marfat.com

جنم لیتا ہے اور اس کا مقصد دوسروں کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ خواہ شعوری طور پر ہو یا غیر شعوری طور پر، لیکن عموماً ایسا زیادہ تو لاشعوری طور پر ہی ہوتا ہے۔

(ب) Instruemental Aggression کسی دوسرے کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ غصے اور تشدد کے اظہار کے ذریعے کوئی دوسرا مقصد حاصل کرنا بھی ہوتا ہے۔

مذکورہ بیانات کو پڑھنے سے غصے کو جو بنیادی وجوہات سامنے آتی ہیں وہ ''خواہشات کا پورا نہ ہونا اور پھر اس کی وجہ سے احساس محرومی ہو جانا'' ہیں۔

غصے اور تشدد کے حوالے سے درج ذیل تین خیال اہم سمجھے جاتے ہیں۔

(1) Instict View: یعنی غصہ اور تشدد ایک بنیادی جبلت ہے۔ اس خیال کو سر اسگمنڈ فرائڈ اور نارڈ پورٹیز سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس مکتبہ فکر کے حامل افراد کا خیال ہے کہ اگر غصے کو باہر نکلنے سے بالکل اسی طرح روکا جائے جس طرح پانی کے آگے بند باندھ کر اس کی توانائی جمع کی جاتی ہے، تو گو سائنسی تحقیقات اس خیال کے اثر کو تو کلی طور پر قبول نہیں کرتی ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ تشدد جن چیزوں کی وجہ سے جنم لیتا ہے ان میں موروثیت، خون کے کیمیائی عناصر اور دماغ کی بیماریاں شامل ہیں۔

(2) Frustration: احساس محرومی غصہ پیدا کرتا ہے اور جب تشدد کے اظہار کے مواقع آتے ہیں تو یہ غصہ تشدد کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ احساس محرومی کسی چیز کی کمی یا محرومی سے براہ راست نہیں پیدا ہوتا بلکہ یہ اس خلاء سے جنم لیتا ہے جو کسی شخص کی امیدوں و خواہشوں اور کامیابیوں کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ چونکہ امیدیں اور خواہشیں، ماضی کی کامیابیوں اور اپنے آپ کا دوسروں کے ساتھ متقابلی جائزہ لینے کے بعد زیادہ بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں لہذا کامیاب و بااختیار لوگ بھی اسے ہی احساس محرومی کا شکار رہتے ہیں جتنا کہ

marfat.com

غریب ونا کام لوگ۔

(3) Social Learning: اس مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کا خیال ہے کہ غصہ اور تشدد دراصل معاشرے اور ماحول سے سیکھا ہوا ایک رویہ ہوتا ہے۔ بچے کی پرورش ایسے ماحول میں ہوتی ہے جہاں وہ ماں باپ کو Einitate یا نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اسے مناسب اور صحت مند ماحول نہ مل پائے تو وہ بڑا ہو کر بھی اپنی شخصیت کو ان رویوں سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ پھر ذاتی تجربات اور دیگر افراد کی کامیابیاں دیکھ کر ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ کبھی کبھی غصے کا اظہار کامیابی کے حصول کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ لہذا جب بھی ہماری حسیات کسی تکلیف دہ تجربے یا مرحلے کے نتیجے میں بیدار ہوتی ہیں اور غصے کا اظہار محفوظ اور انعام سے ہمکنار کرنے والا لگتا ہے تو ہم یقینی طور پر غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ تکلیف دہ تجربات میں محض احساس محرومی ہی نہیں آتا بلکہ بے آرامی، درد اور ذاتیات پر زبانی یا جسمانی حملے بھی شامل ہیں۔ درحقیقت حسیات کو بیدار کردینے والا کوئی بھی عمل خواہ وہ جسمانی ورزش یا کوئی جنسی جذبہ ہی کیوں نہ ہو، ماحول کو دیکھتے ہوئے غصے کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔

ان حوالہ جات سے بھی غصے کی جو وجوہات سامنے آتی ہیں وہ گذشتہ باتوں سے کچھ مختلف نہیں ہیں، لہذا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ غصے کی اصل وجہ احساس محرومی، امیدوں اور خواہشوں کا تشنہ رہ جانا اور دوسروں کی کامیابیوں پر نظر رکھنا وغیرہ ہیں۔

غصہ ختم کرنے کی نبوی ﷺ ترکیبیں: غصہ آنے کی وجوہات میں جو باتیں شامل ہیں ان میں سے امیدیں اور خواہشات بھی ہیں جن سے ہمارے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے، ''میں تم پر دو چیزوں کے تسلط سے ڈرتا ہوں، ایک لمبی امیدوں سے اور دوسرا خواہشات کی پیروی سے۔ (مکاشفۃ القلوب اردو، ص:160)

marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا پھر اس کے درمیان ایک خط اوپر کو نکلتا ہوا کھینچا اور اس درمیانی خط کے دونوں جانب بہت سے خط کھینچے پھر فرمایا صحابہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا یہ درمیانی خط انسان ہے، اس کے دونوں جانب جو خطوط کھنچے ہوئے نظر آرہے ہیں وہ بیماریاں اور تکلیفیں ہیں جو انسان پر آتی ہیں اور یہ مربع خط جو اس کے گرد کھنچا ہوا ہے یہ اس کی عمر ہے اور جو خط اس سے باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امیدیں اور تمنائیں ہیں۔ (یعنی اتنی انسان کی عمر نہیں ہوتی جتنی امیدیں باندھ لیتا ہے)

(صحیح بخاری رقم الحدیث 5938 جامع الترمذی رقم الحدیث 2378 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 3470 سنن الدارمی رقم الحدیث 2613)

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ دو چیزوں کے سوا انسان کی ہر چیز بوڑھی ہو جاتی ہے، ایک حرص اور دوسری لمبی امیدیں۔ (تنبیہ الغافلین اردو جلد 1 ص 326)

اس سے ملتی جلتی حدیث ان کتب میں بھی موجود ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 5942 صحیح مسلم رقم الحدیث 1736 جامع ترمذی رقم الحدیث 2261 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 12528,13198)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مجھے تمہارے بارے دو چیزوں کا خوف ہے، ایک لمبی امیدیں اور دوسرا خواہشات کی پیروی۔ (تنبیہ الغافلین اردو جلد 1 ص 326)

ذکر کردہ احادیث و آثار سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لمبی امیدیں باندھنے اور بے جا خواہشات پالنے سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ کے منع کرنے میں کیا حکمتیں مستتر تھیں اس کا اظہار آج کے ترقی یافتہ دور میں ہو رہا ہے کے امیدوں کے سبب غصے اور تشدد میں اضافہ ہو جاتا ہے، لہذا اگر امیدوں کو مختصر کر لیا جائے تو غصے کے مضر اثرات سے بچا جا سکتا

marfat.com

ہے اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ سنت مصطفوی ﷺ کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گا۔

غصہ سے بچنے کی مزید تراکیب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو شخص نبی ﷺ علیہ کے سامنے لڑ پڑے، ان میں سے ایک شخص بہت شدید غصے میں تھا اور یوں لگتا تھا کہ غصے سے اس کی ناک پھٹ جائے گی، نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ایسے کلمات جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، حضرت معاذ نے پوچھا آقا ﷺ! وہ کلمات کیا ہیں فرمایا،" **اللھم انی اعوذبك من الشیطان الرجیم** "

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4150، صحیح بخاری رقم الحدیث 5650 صحیح مسلم رقم الحدیث 4725،4726 مسند احمد بن حنبل 25948)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر اس سے اس کا غصہ دور ہو جائے تو فبہا ورنہ لیٹ جائے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث 4151 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 20386)

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ کا بنا ہوا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو وہ وضو کر لے۔

(ابوداؤد رقم الحدیث 4152 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 17302)

مذکورہ بالا بیانات سے مندرجہ ذیل طریقے واضح ہوتے ہیں جن کے ذریعے غصہ دور کیا جا سکتا ہے۔

☆......اپنی امیدوں کو کم کرنا

marfat.com

☆ ......(نفسانی) خواہشات کی پیروی سے پرہیز کرنا۔

☆ ......" اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " یا " اللھم انی اعوذبك من الشیطان الرجیم " پڑھنا۔

☆ ......غصے کی حالت میں کھڑا ہو تو بیٹھ جانا اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جانا۔

☆ ......غصہ آجائے تو وضو کر لینا۔

غصہ کرنا اور جدید سائنسی تحقیقات: گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ غصہ کرنے کے دینی اور معاشرتی نقصانات کیا ہیں۔ اور نبی آخر الزماں ﷺ نے غصہ کرنے سے کیسے منع فرمادیا اور اپنے امتیوں کو غصے کی روک تھام پر جنت کی خوشخبریاں بھی سنائیں۔ مگر نبی اسلام ﷺ کے منع فرمادینے میں کیا حکمتیں تھیں ان کا اظہار جدید سائنسی تحقیقات نے کچھ یوں کیا ہے۔

ڈیوک یونیورسٹی آف امریکہ کے ایک سائنس دان " ڈاکٹر ریڈفورڈ بی ولیمز" کے مطابق غصہ اور عداوت رکھنے والے افراد جلدی مرجاتے ہیں، ان کے مطابق غصے سے انسانی دل کو وہی نقصان پہنچتا ہے جو تمبا کو اور ہائی بلڈ پریشر سے پہنچتا ہے۔ امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کے جانب سے سائنسی ادیبوں کے سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ بہت سے لوگ وقت سے پہلے محض نفرت اور عداوت کے جذبات کی شدت کی وجہ سے چل بستے ہیں، غصہ اور بغض دل کے دردوں کے اہم اسباب میں سے ایک ہے، اسی طرح حرص وطمع میں مبتلا بے چین اور بے صبر افراد بھی حد سے زیادہ بڑھتی ہوئی تمناؤں کے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو لوگ اپنے اعصاب کو قابو میں رکھتے ہیں اور ان کے مزاج میں برداشت، قناعت اور صبر شکر کا مادہ ہوتا ہے، زندگی کے حالات کا بہتر طور پر مقابلہ کرتے ہیں۔

marfat.com

غصہ دراصل حواس اور اعصاب کا ترجمان ہے اور اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس آدمی میں قوت برداشت کم اور فیصلہ میں عُجلت (جلدی) زیادہ ہے حتیٰ کہ یہ شخص نادم اور پشیمانی سے ہر وقت دوچار رہتا ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ آفاقی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدیوں پہلے سمجھائی اور سکھائی تھیں ایسی پائیدار اور ناقابل تردید ہیں جن کے سامنے آج کی سائنس نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔

اس کے باوجود: بھی اگر کوئی انسان غصہ کرتا ہے تو یہ بات یقینی ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کی تخلیق میں ایسے عناصر بھی شامل فرمائے ہیں جن کی بنا پر انسان کو غصہ آ سکتا ہے لہذا اس کے اظہار کیلئے اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ایسے طریقے بتلا دیئے ہیں کہ جن کے واسطے سے اگر انسان غصہ کرلے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوتا بلکہ وہ عبادت کے دائرہ کار میں رہتا ہے جو کہ اس کا مقصد پیدائش ہے۔

غصہ کرنا بھی عبادت ہے: قرآن کریم اور اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چند ایسے مواقع بتاتے ہیں کہ جن کے مطابق غصہ کرنے سے نہ تو گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی عبادت میں خلل پیدا ہوتا ہے جبکہ انسان اپنی غصہ کرنے کی عادت کو بھی پورا کرلیتا ہے اور اپنے مقصد تخلیق میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔

غصہ کرنے کے مواقع میں سے ایک موقع یہ بھی ہے کہ جب کافروں اور منافقوں سے لڑائی کرنے کی نوبت آئے تو وہاں پر غصہ دکھایا جائے اللہ رب العزۃ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین امنو قاتلو المشرکین یلو نکم من الکفار ولیجدو فیکم

marfat.com

غلظہ۔ یعنی اے ایمان والوان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے قریب ہیں (اور دوران جنگ وہ کافر) چاہیے کہ تمہارے اندر غصہ اور سختی محسوس کریں (سورہ توبہ آیت نمبر 123)
قرآن نے ہمیں یہ طریقہ بتادیا کہ جب کافروں سے لڑائی کا موقع آجائے تو غصہ کرلیا کرو اس طرح تمہارے غصہ کرنے کی عادت بھی پوری ہوجائے گی اور
عبادت کی عبادت بھی ہوجائے گی۔

غصہ کرنے کے مواقع میں سے ایک موقع یہ ہے کہ جب اللہ کی نازل کردہ حدود پر اعتراضات یا سفارشات کی جائیں تو وہاں غصہ کرنا عبادت میں شمار ہوتا ہے جس پر اسوۂ رسول اللہ ﷺ شاہد عادل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں......

قریش کو اس بات نے فکر مند کردیا تھا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی سفارش کون کرے گا؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوا اس کی جرأت کون کرسکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے ہیں۔ وہ عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی گئی تو حضرت اسامہ بن زید نے اس کے سفارش کی، رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا (یعنی آپ ﷺ بہت غصے میں آگئے) فرمایا! کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کررہے ہو؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے اللہ سے استغفار کیجئے، جب شام ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ نے ان کلمات کے ساتھ اللہ کی حمد وثناء بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہیں، پھر آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف اس لئے ہلاک ہوگئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کردیتے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرے گی تو میں اس کے بھی

marfat.com

ہاتھ کاٹوں گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث3197)

چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ حدیث ان کتب میں بھی موجود ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث3216,3453,3965,6290 جامع الترمذی رقم الحدیث 1350 سنن النسائی رقم الحدیث4811,2,3,4,5,6,7,8,9 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 3802 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث2537 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث24134 سنن الدارمی رقم الحدیث2200)

ہر شخص کو حدود اللہ کے معاملے میں سخت ہو جانا چاہئے حدود اللہ میں مجال کرنے والے کے ساتھ غصے سے پیش آنا چاہئے جس سے غصے کی عادت بھی نبھائی جاسکتی ہے اور عبادت وسنت مصطفوی ﷺ کا ثواب بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

غصہ کرنے کا تیسرا موقع یہ ہے کہ جب کوئی گستاخ رسول مل جائے جو محبوب علیہ السلام کو بے اختیار اور (معاذ اللہ) منصب حکومت کے لائق نہ سمجھتا ہو تب اگر اس کے ساتھ غصے سے پیش آیا جائے تو یہ عین عبادت ہوگی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور واقعہ ہے کہ......

" ایک منافق اور یہودی کا آپس میں کسی معاملے پر اختلاف ہوا تو وہ فیصلے کیلئے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے محبوب علیہ السلام نے (چونکہ یہودی سچا تھا اس لئے) فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا جب منافق نے یہ دیکھا کہ یہاں تو معاملہ الٹ ہو گیا میں تو سمجھتا تھا کہ میں بظاہر مسلمان ہوں اور مسلمانوں کے نبی میرے اسلام کا لحاظ کرتے ہوئے میرے حق میں فیصلہ دے دیں گے تو اس نے یہودی سے کہا کہ میں محمد ﷺ کا فیصلہ نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ تسلیم کروں گا تم میرے ساتھ وہاں چلو (اس نے یہ سوچا کہ عمر یہودیوں کے معاملے میں سخت ہیں اس لئے وہ میرے حق میں فیصلہ کریں گے) جب وہاں پہنچے اور معاملہ

marfat.com

فاروق اعظم کی عدالت میں پیش کیا تو یہودی کہنے لگا اے عمر فیصلہ کرنے سے پہلے اتنا خیال رکھنا کہ تمہارے نبی نے پہلے فیصلہ میرے حق میں دے رکھا ہے اور یہ مسلمان ہونے کے باوجود تسلیم کرنے کو تیار نہیں جب یہ بات سنی تو حضرت عمر فاروق نے اس منافق کا سر اڑا دیا (اور فرمایا جو میرے نبی کا فیصلہ نہیں مانتا اس کا فیصلہ میری یعنی عمر کی تلوار کرتی ہے)

(جامع البیان ج5 ص101)

غصہ کرنے سے متعلق منفی و مثبت پہلوؤں کو اپنی معلومات کے مطابق آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے جن سے غصے کے نقصانات اور کسی خاص موقع پر غصے کے اظہار کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اگر غصہ کرنا ناجائز و حرام ہے تو کئی مواقع پر جائز و عبادت بھی ہے جس کے ذریعے غصہ کرنے کا نشہ بھی پورا ہو جاتا ہے اور زندگی کی گاڑی عبادت کی شاہراہ سے بھی نہیں اترتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

کھیل کود

اور

اسلام

نوٹ: یہ مضمون بھی، محمد عرفان طریقتی "مدیر ماہنامہ بہار اسلام" کی تصنیف "**انوکھی عبادات**" سے لیا گیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد ماہنامہ بہار اسلام میں قسط وار شائع ہو چکی ہے۔

marfat.com

کہتے ہیں کہ اسلام ایک فطرتی مذہب ہے جو انسان کو وہ تمام سہولیات مہیا کرتا ہے جن کا اس کی فطرت تقاضا کرتی ہے، اور اس میں شکوک وشبہات کی کوئی گنجائش نہیں مگر یہ بات بھی قابل تفکر ہے کہ آیا فطرت ہے کیا چیز؟ یونہی ہر ایک چیز کو فطرت کا نام دے کر دلی خواہشات کو پروان چڑھانا کوئی معقول بات نہیں، میں یہاں فطرت سے ہٹ کر یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ دین اسلام لاریب ایک فطرتی دین ہے مگر یہ انسان کی خواہشات کا احترام بھی کرتا ہے اور اس کو ایسے مواقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کو پا سکے۔

انسان کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے نہ کہ دلی خواہشات کو دل میں جگہ دینے کیلئے، مگر اس کے باوجود اگر انسان کچھ (نہ کہ بہت ساری) خواہشات کو اپنا بھی لے تو اس کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا اس کا طریقہ دین اسلام نے ہی ہمیں سکھایا ہے۔ مثال کے طور پر کھیل کود ہے کہ ہر انسان کسی نہ کسی موقع پر اس کی خواہش ضرور کرتا ہے، چاہے اپنے بچپنے کی بنا پر کرے یا فراغت کے لمحات کو یادگار بنانے کیلئے۔ اسلام نے ہمیں ایسے طریقے بتلائے ہیں جن کے ذریعے اگر کوئی شخص نیت صالح کے ساتھ کھیل بھی لے تو اس کی عبادت میں فرق نہیں پڑتا بلکہ اس کے یہ لمحات بھی عبادت کا حصہ قرار پاتے ہیں

میں یہاں بساط بھر مختلف کھیلوں کے منفی و مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالوں گا ممکن ہے کوئی بھولا شام کو گھر آجائے۔

کھیلنا گناہ وحرام ہے: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو کھیلنے کی جانب راغب ہوتے ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے......

marfat.com

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ''یعنی کئی ایسے لوگ ہیں جو (مقصد حیات سے) غافل کردینے والی چیزیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکاتے رہیں بے خبری میں، اور اسکا مذاق اڑاتے رہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ (سورۃ لقمان آیت 6)

''لہوالحدیث'' سے کیا مراد ہے اس بارے مختلف اقوال ہیں، کسی نے اس سے مراد گانا و آلات موسیقی لئے اور کوئی اس سے مراد چٹکلے اور فضول کلام لیتا ہے، چند اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

میں کہتا ہوں کہ نص وارد ہونے کا سبب اگرچہ خاص ہے اور وہ گانا سننا یا عجمیوں کے قصے یا افسانے ہیں مگر لفظ عام ہے، اور اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا اسی وجہ سے قتادہ نے کہا ہے کہ ''لہوالحدیث'' سے مراد ہر قسم کا ''لہو ولعب'' ہے (یعنی کھیل کود)

(تفسیر مظہری مترجم جلد 7 ص 365)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیل کود سے شغف رکھتے ہیں ان کیلئے ذلت آمیز عذاب ہے۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے......

الذین اتخذوا دینھم لعبا و لھوا وغرتھم الحیوۃ الدنیا فالیوم ننساھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وما کانو اباٰیٰتنا یجحدون یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا تھا اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا سو آج کے دن ہم ان کو یوں بھلادیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اس آیت مقدسہ میں ان لوگوں کے لئے وعید شدید ہے جنہوں نے دین کو کھیل تماشا

marfat.com

بنا رکھا ہے، مطلب کہ جس چیز کو چاہا حلال سمجھ لیا اور جس کو چاہا حرام بنا دیا، اس آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب ایسے لوگوں کو دین کی جانب بلایا جائے تو کھیل کود کو دین پر ترجیح دیتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ کرکٹ میچز کے دوران لوگ گھروں، دکانوں حتیٰ کہ سڑکوں اور گلیوں بازاروں میں کھڑے صلوٰۃ وصوم سے بے پرواہ میچ دیکھنے میں مگن ہوتے ہیں۔ اور دینی امور کو پس پشت ڈال کر آخرت میں خیانت کرتے ہیں۔ نماز کیلئے چند منٹ اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ان کی طبع نازک پر گراں گذرتا ہے مگر کھیل دیکھتے ہوئے یہ ہوش بھی نہیں ہوتا ہے کہ ہم گھنٹے، آدھ گھنٹے سے ایک ٹانگ پر کھڑے ہیں۔ نہ ایسا کھیل کھیلنا درست ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کردے اور نہ ہی ایسے کھیل کو دیکھنا۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

چند کھیلیں جن سے خدائے ذوالجلال اور رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے یا ان کو شیطانی مشغلہ قرار دیا......

جوا اور اس جیسے دیگر کھیل: اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے "یا یھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ یعنی اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک اور شیطان کے اعمال ہیں سو تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر 90)

اس آیت میں جوا کھیلنے کو حرام قرار دیا گیا ہے جس کو "قمار" بھی کہتے ہیں۔ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ ہارنے والے کی کوئی چیز جیتنے والے کو دی

marfat.com

جائے گی، قمار ہے۔ (کتاب التعریفات صفحہ 127 مکتبہ رحمانیہ)

مجاہد کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس میں قمار (شرط) ہو جوا ہے حتیٰ کہ بچوں کا اخروٹ اور پانسہ کے ساتھ (شرط لگا کر) کھیلنا بھی جواء ہے۔

(تفسیر مظہری مترجم جلد 1 ص 392 تفسیر روح الایمان مترجم جلد 1 ص 269 پارہ 2)

کبوتر بازی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتری کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا شیطان شیطانہ کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4289 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 8187)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 3757)

چوسر کھیلنا: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے چوسر کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4287 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 3752 مسند احمد رقم الحدیث 18700 موطا امام مالک رقم الحدیث 1509)

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے چوسر کھیلا اس نے اپنے ہاتھوں کو خنزیر کے خون اور گوشت سے رنگ لیا۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4191 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4288 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 3753 مسند احمد رقم الحدیث 21901)

شطرنج کھیلنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چوسر اور شطرنج دونوں جواء ہیں۔

marfat.com

(تفسیر بغوی، جلد: 1، ص: 178)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے آپ فرماتے ہیں شطرنج عجمیوں کا جواء ہے۔

(شعب الایمان جلد 5 ص 241)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب، جوئے اور شطرنج سے منع فرمایا۔ (سنن ابی داؤد جلد 2 ص 163)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "ملعون ہے وہ شخص جو شطرنج کھیلے اور اس کی طرف دیکھنے والا خنزیر کا گوشت کھانے والے کی طرح ہے۔

نبی مکرم علیہ السلام سے شطرنج کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ باطل ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ (شعب الایمان جلد 5 ص 241)

ان ابحاث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بہت سے ایسے کھیل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے منع و حرام قرار دیا ہے ان کھیلوں کو منع کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟ تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کھیلیں انسان کو عبادت خداوندی سے غافل کر دیتی ہیں، اور ان سے وقت کا ضیاع بھی لازم آتا ہے اور مال و دولت کی خرد برد بھی، اور کچھ کھیل ایسے ہیں جن میں اگر انسان نماز روزے سے غافل نہ بھی ہو مگر گناہ سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص شطرنج کھیلے تو شرط نہ بھی لگائے تو جھوٹی قسمیں ضرور کھائے گا اور اسی طرح لڈو کھیلنا، کیرم بورڈ، ویڈیو گیمز، وغیرہ میں اسی بات کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ کھیلنے والے آپس میں برسر پیکار ہو جاتے ہیں اور لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد کو شہ ملتی ہے جس کی وجہ سے بہت ساروں کا سکون تباہ ہو جاتا ہے اور آپس میں مفت کی عداوت اور دشمنی شروع ہو جاتی ہے جس کے ختم ہونے کی کوئی گارنٹی نہیں دی جا سکتی۔

marfat.com

کھیل اور اسلام: اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور جہاں یہ فطرتِ انسانی کا پاس رکھتا ہے وہاں خواہشات انسانی کا بھرم بھی ضرور قائم رکھتا ہے کبھی نہ بھی سہی مگر کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو کھیل تماشے کو پسند کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کیلئے اسلام نے ایسے کھیل بتلائے ہیں جو انسان کو سراسر تازہ دم اور صحت مند رکھتے ہیں اور کچھ کھیل ایسے ہیں جو باہمی دل لگی کے طور پر کھیلے جاتے ہیں جبکہ ان سے عبادات مقصودہ میں حرج نہ ہو اور ان میں سے چند ایسے بھی ہیں جن کو نیت مخصوصہ سے کھیلیں تو بلاشبہ عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔ان سبھی اقسام کو خلاصۃً ذکر کیا جاتا ہے۔

ورزش کرنا: جسمانی ورزش اور باہمی دلچسپی کے کھیلوں کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں......

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کیلئے کھیل اور ورزش دونوں بہت ضروری ہیں۔بعض لوگ میز کرسی پر بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے ہیں ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا اس وجہ سے ان لوگوں کی توند نکل آتی ہے اور خون میں کولیسٹرول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطیس (شوگر) ہائی بلڈ پریشر، دل کی بیماریوں، معدہ کا ضعف اور گیس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کیلئے مختلف قسم کے کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظان صحت کیلئے نہایت ضروری ہے۔(شرح صحیح مسلم جلد 6 ص 638)

گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرانا: اسلام میں مختلف کھیلوں کی مناسب حد تک حوصلہ افزائی کی گئی ہے جن میں ایک گھڑ سواری کا مقابلہ بھی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اضمار شدہ گھوڑوں (ایسے گھوڑے جن کو پہلے خوب کھلایا پلایا جائے

marfat.com

اور پھر ان کو بھوکا رکھ کر ان کا پسینہ نکلوایا جائے) کا حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کروایا اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ثنیہ سے لیکر مسجد بنو زریق تک، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی مقابلہ کرنے والے صحابہ میں شامل تھے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 403 صحیح مسلم رقم الحدیث 3477 جامع الترمذی رقم الحدیث 1621 سنن النسائی رقم الحدیث 3527/3528 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 2211 مسند احمد رقم الحدیث 4934 مؤطا امام مالک رقم الحدیث 888 سنن الدارمی رقم الحدیث 2322)

اونٹ اور گھوڑے کی دوڑ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اونٹ، گھوڑے اور تیر اندازی یا نیزہ بازی کے علاوہ کسی چیز کے مقابلہ درست نہیں"۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث 2210 سنن الترمذی رقم الحدیث 1622)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک عضباء نامی اونٹنی تھی جس سے کوئی بھی آگے نہ نکل سکتا تھا پھر ایک اعرابی اونٹنی پر سوار آیا اور آپ ﷺ کی اونٹنی سے دوڑ میں آگے نکل گیا، مسلمانوں پر یہ بات بڑی گراں گزری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ جس کو بلندی بخشتا ہے تو اس کو نیچا بھی دکھاتا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2660 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 1469 مسند احمد رقم الحدیث 11572)

ان احادیث میں گھوڑوں اور اونٹوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ عام طور پر انہی کا مقابلہ کروایا جاتا ہے وگرنہ ان کے علاوہ بقیہ جانوروں کا مقابلہ کروانا بھی جائز ہے۔

(شرح صحیح مسلم للسعیدی جلد 6 ص 640)

مردوں کی دوڑ (ریس) لگوانا: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی بڑا تیز دوڑتا تھا کہ کوئی شخص اس سے آگے نہیں نکل سکتا تھا، اس نے

marfat.com

للکارا کہ ہے کوئی جو مدینہ تک میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرے! ہے کوئی جو مدینہ تک میرے ساتھ دوڑے! وہ بار بار للکارتا رہا، تو میں نے اس کی شیخی سن کر کہا، کیا تم کسی کریم کی عزت نہیں کرتے؟ اور کسی شریف سے نہیں ڈرتے؟ اس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے دوڑ میں اس شخص کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو (دوڑ لگالو) میں مڑا اور چھلانگ لگا کر دوڑنے لگا جب ایک چڑھائی یا دو چڑھائیاں آئیں تو میں سانس لینے کیلئے رکا پھر اس کے پیچھے دوڑ پڑا پھر میں نے ایک چڑھائی یا دو چڑھائیوں پر سانس لیا اور پھر اس کے پیچھے دوڑ پڑا، پھر میں دوڑ کر اس آدمی کو جا لیا اور اس کے شانوں کے درمیان گھونسہ مارا کہا لو اب تم پیچھے رہ گئے، پھر میں دوڑ کر اس سے پہلے مدینے پہنچ گیا۔

طبقات ابن سعد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت واقد رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ واقد، سقیا میں فوت ہوئے حضرت ابن عمر نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی تدفین کی، پھر بدویوں کو بلا کر ان میں دوڑ کے مقابلے کرائے۔ نافع کہتے ہیں میں نے پوچھا اے ابن عمر ابھی آپ نے اپنے بیٹے واقد کو دفن کیا ہے اور اب آپ دوڑ کے مقابلے کروا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نافع تیری خیر ہو، جب تو اللہ کا فیصلہ دیکھے تو اس سے غافل ہونے کی کوشش کر۔ (یعنی دکھ اور تکلیف میں دوسرے امور کی جانب توجہ کرو) (طبقات ابن سعد)

کشتی کرنا: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پچھاڑ دیا۔

marfat.com

(جامع الترمذی رقم الحدیث 1706 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 3556)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے سال دولت ایمان سے مشرف ہوئے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 42ھ کو مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ آپ بڑے قوی، جسیم، طاقت ور اور مشہور پہلوان تھے، کبھی کشتی کے مقابلوں میں شکست نہ کھائی تھی، (نسیم الریاض) حضرت رکانہ کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اونٹ کی تازہ اتری ہوئی کھال پر کھڑے ہوتے اور دس آدمی مل کر اس کھال کو کھینچتے، کھال پھٹ جاتی مگر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کشتی کے مقابلے میں ہرا دیا۔ روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صرف ایک بار نہیں بلکہ تین بار شکست دی تھی اور پھر رکانہ نے کہا آپ کا عجیب معاملہ ہے آپ کی عجب شان ہے۔

(السیرۃ النبویہ جلد 1 ص 390/391)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کشتی کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "حسن جلدی کرو" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صرف حسن کو ہی ایسا کیوں ارشاد فرما رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حسین رضی اللہ عنہ کو جلدی کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ (المعجم لابی یعلی رقم الحدیث 196، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 ص 26)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسنین کریمین کا کشتی کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل کا داد دینا حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 2 ص 465)

جب پروانانِ شمع رسالت رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوۂ بدر کیلئے نکلے تو "وادیٔ الشیخان"، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا جائزہ لیا اور پندرہ سال سے کمسن بچوں کو واپسی کا حکم صادر فرمایا جبکہ حضرت رافع بن خدیج (جن کی عمر پندرہ سال سے کم تھی) کو تیر اندازی میں

marfat.com

مہارت کی وجہ سے ساتھ جانے کی اجازت مل گئی، یہ معاملہ دیکھ کر حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور بارگاہ نبوی ﷺ میں ساتھ جانے کی درخواست کس انداز میں دی ،ملاحظہ فرمائیں......

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے رافع بن خدیج کو اجازت مرحمت فرمائی ہے جبکہ میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں چاہے آپ میری اس سے کشتی کروا کر دیکھ لیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو کشتی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، سمرہ بن جندب نے رافع بن خدیج سے کشتی کی اور اس کو بچھاڑ دیا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی ساتھ چلنے کا پروانہ عطا فرمایا۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 422)

اس روایت کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوات میں شرکت کیلئے کشتی کی، اور ان روایات سے جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ جہاد کی خبر ملتی ہے تو وہاں سے یہ بات بھی واضح و روشن ہوتی ہے کہ صحابہ کرام میں کشتی کرنے کا مشغلہ بھی عام تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب نے کوئی دوسری تیسری کی بجائے یہی عرض کیا کہ حضور ہمارا کشتی کا مقابلہ کروا کر دیکھ لیجئے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بالصواب)

عید اور نکاح پر خوشیاں منانا اور گانا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حبشی رقص کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے "محمد عبد صالح" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیا کہہ رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کہہ رہے ہیں "محمد عبد صالح"۔ (مسند احمد جلد 3 ص 152)

حضرت عیاض الاشعری رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ انہوں نے انبار میں عید منائی اور فرمایا میں تمہیں دف بجا کر گاتے ہوئے نہیں دیکھتا جس طرح کہ (عید کے دن) رسول اللہ

marfat.com

ﷺ کے پاس دف بجایا جاتا تھا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 1292)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے انصار میں سے ایک لڑکی کی شادی میں شرکت کی جب لوٹیں تو حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ کیا تمہارے ساتھ لہو (سامان تفریح) نہیں تھا کیونکہ وہ انصار کو پسند ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 4765)

"الاصابہ" میں حضرت معبد بن قیس کے تذکرہ میں ہے کہ ابن السکن نے ان سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، میری شادی تھی، فرمایا کیا کوئی لہو (کھیل کا سامان) نہیں ہے؟۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 3 ص 440 رقم الحدیث 8102)

امام نسائی نے حضرت عامر بن سعد سے باسناد صحیح روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شادی میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہاں (کمسن) لڑکیاں گا رہی تھیں، میں نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور اہل بدر میں سے ہیں اور آپ کے پاس گانا ہو رہا ہے؟ آپ نے فرمایا چاہو تو ہمارے پاس بیٹھ کر سنو اور اگر چاہو تو چلے جاؤ ہمیں شادی بیاہ پر کھیل کود کی رخصت دی گئی ہے۔

(سنن نسائی رقم الحدیث 3330)

مذکورہ بالا روایات اس بات پر شاہد و عادل ہیں کہ اسلام میں تنگ نظری کی بالکل گنجائش نہیں مگر چونکہ یہ فطرتی دین ہے جو انسان کی فطرت کے مطابق احکامات ارشاد فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس بھونڈی قسم کی خرافات کو کھیل کا نام دیکر عریانی و فحاشی اور بے راہ روی کو فروغ دیا جا رہا ہے اسلام اس کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں انسان کے لئے مضر ہیں، باقی رہا کھیل کود اور تفریح و نشاط، تو اسلام سراسر اس کی اجازت دیتا ہے جو ذکر کردہ احادیث آثار سے بالکل واضح و روشن ہے۔ ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تا کہ اصل تنگ نظروں اور دوست نما دشمنوں کو پہچانا جا سکے۔

marfat.com

نیزوں سے کھیلنا اور کرتب دکھانا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حبشی کھیل دکھا رہے تھے اور رسول اکرم ﷺ دروازے پر کھڑے دیکھ رہے تھے آپ ﷺ نے مجھے فرمایا عائشہ کیا تم کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا تاکہ میں کھیل دیکھ سکوں، جبکہ میرے رخسار نبی ﷺ کے رخسار سے مس کر رہے تھے آپ ﷺ نے حبشیوں سے فرمایا اے بنی رفدہ تم کھیل جاری رکھو اور آپ ﷺ صرف میرے لئے برابر کھڑے رہے جب تک کہ میں خود نہ پلٹی، سو تم اندازہ کرو کہ کھیل کی شوقین نو عمر لڑکی نے کتنی دیر کھیل دیکھا ہوگا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 435، صحیح مسلم رقم الحدیث 1481 سنن انسائی رقم الحدیث 1577 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 25123، 24168)

اگر کسی نے رسول اللہ ﷺ کی خوش اخلاقی اور اہل خانہ سے حسن سلوک کا معاملہ دیکھنا ہو تو اس حدیث میں اس کا عکس دیکھا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کس قدر اخلاق کریمہ کے مالک تھے، کہ بغیر کسی مجبوری و اضطرار کے خود اپنے اہل خانہ کی دلجوئی کا اہتمام کیا، اور اگر ہم موضوع کے پیش نظر دیکھیں تو یہ حدیث کھیل کھیلنے اور دیکھنے پر زبردست دال ہے، اسی مفہوم کی اور بھی احادیث مذکورہ کتب میں موجود ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھیل پیش کیے گئے تو آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا بلکہ چند روایات میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو مکروہ جانا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ اس روایت پر علامہ ابو النجاۃ سالم المکی التونیسی اپنی تعلیقات بخاری میں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ امام بخاری کو عید کے روز مخصوص کھیل کا ذکر لانے پر جزائے خیر عطا فرمائے" اس حدیث مبارک سے کھیل کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "الاحیاء"

marfat.com

میں مذکورہ احادیث کو ذکر کرنے بعد کچھ فوائد ذکر کئے جو یہاں فائدہ سے خالی نہیں، آپ فرماتے ہیں یہ نص صریح ہے کہ گانا اور کھیل حرام نہیں اور درج ذیل صورتوں میں اس کی رخصت ثابت ہوتی ہے......

(1) کھیل تماشا، کیونکہ رقص اور کھیل حبشیوں کی عادت ہے اس لئے انہوں نے اس کا مظاہرہ کیا (معلوم ہوا کہ اگر کھیل کود کا شغل کرنا کسی قوم کی عادت ہو تو ان کیلئے اپنی عادت کے مطابق کھیلنا جائز ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں حدیث بھی گزری ہے)

(2) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے بنی رفدہ تم اپنا کھیل جاری رکھو" یہ کھیل تماشے کا امر ہے اگر یہ حرام ہوتا تو حضور ﷺ اس کو جاری رکھنے کا حکم کیوں دیتے؟۔

(3) حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر یا حضرت عمر کو اس سے منع کرنے سے روک دیا اور یہ وجہ بیان فرمائی کہ یہ عید کا دن یا خوشی کا موقع ہے۔

(4) حضور ﷺ نے خاصی دیر کھڑے رہ کر حبشیوں کا کھیل ملاحظہ فرمایا اور حضرت عائشہ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کا کلام سنا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں کی دلجوئی زاہدانہ طرز زندگی اور بے جا روک ٹوک میں نہیں بلکہ جائز کھیل تماشا دکھانے میں ہے۔

(5) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا "کیا تم دیکھنا چاہتی ہو" آپ کا یہ فرمان نہ تو اضطرار (مجبوری) پر مبنی تھا اور نہ ہی آپ کو اہل خانہ کی ناراضگی کا اندیشہ تھا۔ (یعنی آپ نے اپنی رضامندی اور خوشی سے اس بات کی اجازت دی)

اس کے علاوہ اور بھی فوائد کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم نے جو حدیث نقل کی ہے اس کے مطابق جتنے اقوال تھے وہ ذکر کئے گئے۔ آیئے مزید احادیث ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشیوں نے آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں نیزوں سے کھیلنے کا

marfat.com

مظاہرہ کیا اور کرتب دکھائے۔

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4277 مسند احمد رقم الحدیث 12188)

معلوم ہوا کہ خوشی کے مواقع پر کھیل کرنا طریقہ اصحاب رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم ہے۔

مزید آثار صحابہ پیش نظر ہیں......

امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھیل تماشا کرنے والے حبشیوں کے پاس سے گزرے اور ان کو دو درہم عطا فرمائے۔

(الادب المفرد للبخاری باب لعب الصبیان)

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے ختنے کروائے تو کھیل تماشا کرنے والوں کو بلا بھیجا انہوں نے آکر کرتب دکھائے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو چار درہم عطا فرمائے۔

(التراتیب الاداریۃ اردو ص 656 بحوالہ الحسام السعون فی نصرۃ اہل السر والمکنون)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کی تسکین کیلئے جائز و مباح کھیلوں سے شغل کرنا جائز ہے جبکہ عبادات مسنونہ میں کوتاہی واقع نہ ہو اور جن کھیلوں سے اسلام نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کیا جائے۔

خواتین کے کھیل: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیاؤں کے ساتھ کھیلتی تھی میرے ساتھ میری سہیلیاں کھیلنے آتی تھیں اور جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو وہ چلی جاتیں پھر رسول اللہ ﷺ جب تشریف لے جاتے تو ان کو میرے پاس واپس بھیج دیتے اور ہم پھر کھیلنے لگتیں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 5665 صحیح مسلم رقم الحدیث 4480 سنن ابی داؤد رقم الحدیث

marfat.com

4283 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 1972 مسند احمد رقم الحدیث 22163)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور آپ گڑیا سے کھیل رہی تھیں گڑیوں کے ساتھ ایک گھوڑا بھی پڑا تھا جس کے پر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے، میں نے عرض کیا یہ گھوڑا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا گھوڑے کے پر بھی ہوتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4284)

اول الذکر حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہاں فائدہ سے خالی نہیں ہوگا جس سے معلوم ہوگا کہ بچیوں کے گڑیوں سے کھیلنے کے کیا فوائد ہیں......

اس حدیث سے گڑیائیں بنانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ بچیاں ان سے کھیلتی ہیں اور یہ حدیث تصویروں کی عمومی ممانعت سے گڑیوں کے استثناء پر دلالت کرتی ہیں قاضی عیاض نے اسے قطعی قرار دیا ہے اور جمہور سے نقل فرمایا ہے، جمہور علماء نے بچیوں کیلئے گڑیوں کی بیع (خرید وفروخت) کو جائز قرار دیا ہے تاکہ بچپن میں ہی لڑکیوں کو گھریلو امور اور اولاد کی دیکھ بھال کی تربیت حاصل ہو جائے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 10 صفحہ 527)

حضرت عبداللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور مؤمن عورت کا گھر میں بہترین کھیل سوت کاتنا ہے"۔ (الجامع الصغیر رقم الحدیث 3726)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی جبکہ میں ایک ہلکے بدن والی نوعمر لڑکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا تم آگے بڑھو، لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ میرا تم سے دوڑ کا مقابلہ ہے پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

marfat.com

دوڑ میں آگے نکل گئی اور حضور ﷺ خاموش رہے، پھر میں فربہ ہوگئی اور میرا جسم بھر گیا، تب ایک سفر میں میں آپ ﷺ کے ساتھ نکلی تو آپ نے لوگوں کو آگے بڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ نے مجھ سے دوڑ کا مقابلہ کیا اور آپ ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے اور ہنستے ہوئے فرمایا "یہ اس دن کا بدلہ ہے"۔ (مسند احمد رقم الحدیث 25075 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 2214 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 1979)

ان روایات سے خواتین کیلئے بھی کھیلنے کا ثبوت ہے۔ خصوصاً چھوٹی بچیوں کو گڑیاؤں سے کھیلنے کی ترغیب دلانا خوب ہے تاکہ ان کو بچپن میں ہی گھریلو امور کی طرف توجہ حاصل ہو۔

یقیناً اسلام ہی ایک کامل و مکمل دین ہے جو انسان کو ایسے کھیل فراہم کرتا ہے جو اس کی صحت و عبادت میں مخل نہیں ہوتے، مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق کھیل کود کو اپنائیں تاکہ ان کے مقصد پیدائش (عبادت) میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

کھیل سے متعلق اپنی معلومات کے مطابق منفی و مثبت پہلو آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں اگر یہی حق ہیں تو اللہ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کی عطا ہے اور اگر ان میں کوئی غلطی ہے تو بندۂ حقیر کی سوچ و فکر کی خطا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

شعروشاعری

اور

اسلام

نوٹ: یہ مقالہ بھی محمد عرفان طریقتی ''مدیر ماہنامہ بہار اسلام'' کی تصنیف ''**انوکھی عبادات**'' سے لیا گیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد ماہنامہ بہار اسلام میں قسط وار شائع ہو چکی ہے۔

marfat.com

اس بات میں شک نہیں کہ شاعری ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعے طویل مفاہیم کو مختصر پیرائے میں بیان کر دیا جاتا ہے، اور اس بات میں بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ عام وعظ ونصیحت کسی کو اتنا متاثر نہیں کرتے جتنا اشعار کسی معقول آدمی کے دل میں گھر کرتے ہیں۔ بالعموم شعر وسخن کے بارے کہا جاتا ہے کہ یہ باذوق لوگوں کا مشغلہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اشعار میں ایسی قوت وطاقت پائی جاتی ہے جس کے ذریعے بے ذوق و بدذوق شخص بھی اس کی جانب کھنچا چلا آتا ہے۔

ایک بار اچانک ہی ذہن اس موضوع کی جانب ملتفت ہوا کہ شعر وشاعری کے متعلق دین اسلام کا نقطہ نظر دیکھنا چاہئے، اور جب اس بارے ہم نے کتب احادیث وتفسیر میں نظر کی تو خوشگوار حیرت کی چھاؤں نے جھلتے ذہن کو ٹھنڈک بخشی کہ ہمارا مذہب اس مشغلے سے منع نہیں کرتا جبکہ کفر وشرک اور کذب ومعصیت پر مبنی اشعار سے اجتناب برتا جائے۔

یہاں یہ بات بھی لائق التفات ہے کہ کوئی بھی ایسا شغل جو یاد خداوندی سے غافل کر دے حرام وممنوع ہے چاہے وہ شعر وشاعری ہی کیوں نہ ہو۔

شعر کی تعریف: علامہ سید شریف جرجانی حنفی علیہ الرحمہ شعر کی تعریف میں فرماتے ہیں....

"الشعر فی اللغۃ العلم وفی الاصطلاح کلام مقفی موزون علی سبیل القصد "شعر کا لغوی معنیٰ 'علم' ہے اور اصطلاح میں ایسے کلام کو کہا جاتا ہے جس میں کلام کے آخری الفاظ کو ایک وزن اور ایک قافیہ پر لانے کا ارادہ کیا جائے۔

(التعریفات ص 92-91 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

کسی کلام کے شعر ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس کو ایک قافیہ اور ایک وزن پر لانے

marfat.com

کا اراہ کیا جائے ۔ اگر ارادہ اور نیت نہ پائی جائے تو کلام کو شعر نہیں کہا جاسکتا جس طرح کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث مصطفویہ مقفیٰ اور موزوں ہیں لیکن ان کو شعر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان کو مقفیٰ وموزوں لانے کا ارادہ نہیں کیا گیا جیسے قرآن پاک میں ہے......

انا اعطینٰک الکوثر

فصل لربک وانحر

ان شانئک ھو الابتر

یہ بشر کا کلام نہیں: مثال دیتے ہوئے سورۃ الکوثر کا ذکر ہوا تو لگے ہاتھوں یہ حکایت بھی ملاحظہ کرتے چلئے تاکہ قرآن پاک کی عظمت وہیبت کا اندازہ ہوسکے......

منقول ہے کہ کسی صحابی نے سورۃ الکوثر کی آیات کسی کپڑے وغیرہ پر لکھ کر کعبۃ اللہ میں لٹکا دیں وہاں سے عرب کے ایک فصیح وبلیغ شاعر کا گزر ہوا تو ان آیات کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کس شاعر کا کلام ہے؟ جس میں فصاحت وبلاغت کے موتی اس شان کے ساتھ پرو ئے گئے ہیں کہ عقل دھنگ اور فکر حیران ہے۔ یہ بات بھی اسے بحر حیرت میں غرق کرنے کو موجود تھی کہ کبھی تین مصرعوں پر مشتمل کوئی شعر یا قطعہ دیکھنے سننے میں نہ آئی تھی۔ بڑی سوچ بچار کے بعد اس نے اپنی جانب سے ایک مصرع کا اضافہ کرکے رباعی کو مکمل کیا اور اپنے ساتھ خطۂ عرب کے فصحاء وبلغاء کو بھی ورطۂ حیرت میں گم کر دیا......

انا اعطینٰک الکوثر

فصل لربک وانحر

ان شانئک ھو الابتر

ماھذا کلام البشر

marfat.com

یعنی جب سوچ وفکر کی عمیق گہرائیاں بھی اسے معرفتِ قرآن سے آگاہ نہ کر پائیں تو اس نے کہا ''ماھذا کلام البشر (یہ کسی بشر کا کلام ہی نہیں)'' اور اپنی راہ لی۔

بات کرتے کرتے شاید ہم کچھ دور ہی نکل گئے، بات ہو رہی تھی کہ جس کلام کو نیت و ارادے سے قافیہ اور وزن میں نہ لایا جائے اس کو شعر نہیں کہتے ،لہذا قرآن پاک یا احادیث کی وہ عبارات جن میں الفاظ ہم وزن و ہم قافیہ پائے جاتے ہیں، ان کو اشعار کہنا سخت غلطی و بے ادبی ہے۔

ردیف اور قافیہ: قافیہ کو خطبوں کا تاج کہا جاتا ہے، فارسی کے مشہور شاعر اور صوفی بزرگ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ قافیے کے بارے میں فرماتے ہیں......

گر قوافی رواجی نیست

بر سر ہر خطبہ تاجی نیست

(یعنی اگر قافیہ کا رواج نہ ہوتا تو کسی خطبے کے سر پر تاج نہ ہوتا)

عربی شعری اصطلاح میں ردیف نامی اصطلاح نہیں اس لئے عربی شعر کے آخری حروف جو وزن میں ایک دوسرے کے مطابق ہوں ان کو قافیہ کہتے ہیں۔لیکن اردو اور فارسی ادب میں ردیف کی اصطلاح بھی ہے،لہذا اردو یا فارسی شعری اصطلاح میں آخری لفظ ردیف اور آخری سے پہلا لفظ قافیہ کہلاتا ہے۔مثلاً......

تیرے دشمنوں کو رلاتا رہوں گا — یہ وعدہ ہے آقا نبھاتا رہوں گا

محبت ہے کیا چیز لاعلم ہوں میں — مگر اپنا سب کچھ لٹاتا رہوں گا

(اطیب القادری)

ان اشعار میں ''رہوں گا'' ردیف، جبکہ ''رلاتا، نبھاتا اور لٹاتا'' قافیہ ہیں۔

marfat.com

فنِ شعر گوئی اور اس کا بانی: شعر گوئی بھی باقاعدہ ایک فن ہے جو ہر کس و ناکس کا کھیل نہیں بلکہ یہ جنابِ باری تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ ملکہ ہوتا ہے جسے مل گیا سو مل گیا......

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ممکن ہے کسی کے ذہن میں آئے کہ فنِ شعر و شاعری کو عطائے خداوندی کہا جا رہا ہے؟ تو اس پر انشاء اللہ آئندہ سطور میں بحث کی جائے گی۔

جس علم کے ذریعے فنِ شعر گوئی کی اصطلاحات سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے اس کو "علم العروض" کہا جاتا ہے جس کے بانی ابو عبدالرحمٰن خلیل بن احمد بصری ہیں۔ یہ 100ھ میں پیدا ہوئے اور 70 سال کی عمر گزار کر 170ھ میں فوت ہوئے۔ اشعار گوئی کی تاریخ اگرچہ بہت قدیم ہے مگر اسے ایک فن میں ڈھال کر پیش کرنا انہی کا کارنامہ ہے۔ انہوں نے سنسکرت عروض کے اصولوں اور اصطلاحوں سے فائدہ اٹھا کر کچھ یونانی اور عربی قدیم طریقوں کو ملا کر پندرہ بحروں اور پانچ دائروں کو ایجاد کیا اور اس کا نام "علم عروض" رکھا۔

تاریخِ اشعار: کچھ مؤرخین کے مطابق سب سے پہلا شعر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تھا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ قاسم بن سلام بغدادی نے کہا ہے کہ سب سے پہلا شعر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے یعرب بن قحطان نے کہا اور فارسی میں سب سے پہلا شعر بہرام گور نے کہا جبکہ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے جس شخص نے مدح اور تعریف میں قصائد کی بنیاد رکھی وہ چوتھی صدی ہجری کے شروع شروع میں خراسان، بخارا اور ہرات کے سلطان احمد بن نوح السامانی کا درباری تھا جس کا نام رودکی تھا۔

(دستور العلماء جلد 2 ص 158-157)

marfat.com

شعر و شاعری اور قرآن: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شعراء کی مذمت کی ہے جو اشعار میں ایسی باتیں کرتے ہیں جن پر ان کا اپنا عمل بالکل نہیں ہوتا۔ مزید وضاحت آیات کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے......

والشعرآء یتبعھم الغاون ۔ الم تر انھم فی وادیھیمون ۔ وانھم یقولون مالا یفعلون ۔ یعنی شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔ (الشعراء آیت 224 تا 226)

ان آیات، خصوصا آیت نمبر 225 میں اللہ تعالیٰ نے شاعروں کی ساری قلعی کھول کر رکھ دی ہے کہ وہ "ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں" یعنی شعر کی ہر صنف میں طبع آزمائی کرتے ہیں، کسی کی مدح کرتے ہیں اور کسی کی مذمت، ان کے اشعار میں بے حیائی کی باتیں ہوتی ہیں ، گالی گلوچ، لعن طعن، افتراء و بہتان، تکبر اور اظہار فخر، حسد و دکھاوا، کسی کی تذلیل و توہین اور بہت سی اخلاق ساز باتیں ہوتی ہیں۔ اس بنا پر وہ گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے" اگر گستاخی معاف کریں تو اس کا واضح مفہوم آج کل کے جاہل اور بے علم نعت خوانوں اور نعت گویان پر منطبق ہوتا ہے۔ آج کل اکثر نعت خوان حضرات اشعار کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت والفت کا ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے اور دوسری جانب حرام کاری میں گولڈ میڈل حاصل کرتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ میرے الفاظ میں سختی اور درشتی محسوس ہو مگر واللہ یہی سچ ہے، نماز روزے کی پابندی نہیں ہوتی، راتوں کو محافل میں ذکر سرکار کے ذریعے ہزاروں

marfat.com

بٹورے جاتے ہیں اور صبح فجر کی نماز سمیت ظہر کا فکر نہ دارد۔

میں اپنے موضوع سے انحراف نہیں چاہتا تاہم اگر چند باتیں ایسی آگئی ہیں تو مجھے معذور سمجھا جائے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شاعروں کی مذمت فرمائی، حتیٰ کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قرآنی آیات سنیں تو لامحالہ بول اٹھے کہ یہ تو شعر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا رد نازل فرمایا ''وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن ''یعنی ہم نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی وہ (قبیح) فعل اس (محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائق ہے بلکہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سناتے ہیں) یہ تو صرف ذکر اور قرآن مجید ہے۔ (سورۃ یٰسین)

شعر، شاعر اور احادیث نبویہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار شعر اور شاعر کی قباحت کو واضح فرمایا، جسکا بیان حسب ذیل ہے......

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرج نامی پہاڑ پر چل رہے تھے کہ اچانک ایک شاعر شعر کہتا ہوا سامنے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا کہ شیطان کو روک لو کیونکہ کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بہتر ہے اس سے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث 4193 مسند احمد رقم الحدیث 10635)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بہتر ہے اس سے کہ وہ شعر سے بھر جائے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 5689 صحیح مسلم رقم الحدیث 4191 جامع الترمذی رقم الحدیث 2878 سنن ابی داؤد رقم الحدیث 4356 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 3749 مسند احمد رقم

marfat.com

الحدیث7535)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا'' کلام میں غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے''۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 4823 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3992 مسند احمد، حدیث نمبر 3473)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جو تم میں سے اچھے اخلاق والا ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور مجھ سے زیادہ دور وہ ہوگا جو برے اخلاق والا ہوگا اور یہ لوگ ثرثارون، متشدقون اور متفیھقون ہیں۔(شعب الایمان للبیہقی، جلد:4، ص 251-250)

ثرثارون سے مراد وہ لوگ ہیں جو تکلف کے ساتھ بکثرت کلام کرتے ہیں اور حق سے نکل جاتے ہیں۔اور متشدقون سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر احتیاط اور پرہیز کے وسیع کلام کرتے ہیں۔(النہایہ فی غریب الحدیث، جلد: 1، ص:209)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اشعار سنے جاتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا اشعار آپ ﷺ کے نزدیک مبغوض ترین تھے۔

(مجمع الزوائد، حدیث نمبر:13297)

حضرت شداد بن اوس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عشاء کے بعد شعر پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہیں ہوگی۔(مجمع الزوائد رقم الحدیث 13316)

مذکورہ بالا آیات اور احادیث نبویہ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ شعر و شاعری اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کو بالکل پسند نہیں۔لیکن اکثر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان اشعار سے مراد ایسے اشعار ہیں جو بے حیائی سے بھرپور ہوں، اور ان میں خوبصورت عورتوں، بے ریش لڑکوں، شراب اور فحش کاموں کی ترغیب ہو۔اور ان شاعروں سے مراد بھی

marfat.com

ایسے شاعر ہیں جو پیشہ ور ہوں جن کو پیسے دے کر کسی شریف آدمی کی توہین پر مبنی اشعار لکھوائے جائیں یا کسی فاسق و فاجر اور شرابی شخص کی تعریف کروالی جائے۔ اور ایسے لوگ مراد ہیں جو صرف شاعری کو ہی اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں اور ذکر خدا ورسول سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں۔

ایسے شاعروں اور شعروں کا حال وہی ہے جو اوپر قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہو چکا۔

شعر و شاعری پسندیدہ بھی ہے: سطور بالا میں آپ نے پڑھا کہ اشعار کی کس قدر مذمت کی گئی ہے مگر ان اشعار سے مراد قبیح مضامین والے اشعار مذمومہ ہیں۔ باقی رہے وہ اشعار کہ جن میں گناہ کی ترغیب یا کفر و شرک کی تعلیم نہ ہو تو بلاشبہ وہ جائز و مستحسن بلکہ چند مواقع پر واجب وعبادت بن جاتے ہیں۔ ان مواقع کا ذکر کرنے سے قبل چند آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں......

قرآن پاک کے مطابق: سورۃ الشعراء کی وہ آیات جو گذشتہ اوراق میں ذکر کی گئی ہیں جن میں شاعروں کی مذمت کی گئی اور ان کو بوادیٔ ضلالہ میں بھٹکنے والے شتر بے مہار کہا گیا انہی آیات کے متصل بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شاعروں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو شعر و شاعری تو کرتے ہیں مگر اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور نماز روزے کو پس پشت نہیں ڈال دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے......

"الا الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت و ذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ماظلموا"

"(شاعر گمراہ لوگ ہیں) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کیا اور اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔

(الشعراء آیت 227)

اس آیت میں مومن وصالح شاعروں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کے اشعار اللہ

marfat.com

تعالیٰ کی توحید، اس کی حمد وثناء، اس کی اطاعت کی ترغیب، حکمت اور نصیحت، دنیا سے اعراض اور دیگر مواعظ پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کا شعر وشاعری میں مشغول ہونا ان کو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے مانع نہیں ہوتا۔

احادیث کے مطابق: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء کیلئے مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے......

خلوا بنی الکفار عن سبیله　　　اليوم نضربكم على تنزيله

ضربا يزيل الهام عن مقيله　　　ويزهل الخليل عن خليله

(کافروں کے بیٹوں کو حضور ﷺ کے راستے سے پیچھے ہٹا دو۔ قرآن کے حکم کے مطابق آج ہم تم پر ایسا وار کریں گے کہ گردنیں تن سے جدا ہو جائیں گی۔ اور دوست اپنے دوست کو بھول جائے گا۔)

جب حضرت عبداللہ نے یہ اشعار پڑھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبداللہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں اشعار پڑھ رہے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے عمر اس کو چھوڑ دو یہ شعر کافروں کے دلوں میں تیر سے زیادہ اثر کرتے ہیں۔

(جامع الترمذی، حدیث نمبر: 2774 سنن النسائی، حدیث نمبر: 2824)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی یہ بات ہے......

"الا كل شئ ما خلا الله باطل"

سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔

marfat.com

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6174 صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2256)

حضرت عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہما اپنے والد (شرید) سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تمہیں امیہ بن صلت کا کوئی شعر یاد ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں حضور! آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ، میں نے ایک شعر سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ، حتیٰ کہ میں نے ایک سو اشعار سنائے اور حضور ﷺ ہر شعر کے بعد فرماتے رہے اور شعر سناؤ۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4185 سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 3748 مسند احمد، حدیث نمبر 18638)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا......

هل انت اصبع دميت وفی سبيل الله ما لقيت

تو ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی ہے تو نے اللہ کی راہ میں ہی تکلیف اٹھائی ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2802 صحیح مسلم، حدیث نمبر 3353 مسند احمد، حدیث نمبر: 18244)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ شعر سے استدلال کرتے تھے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں، آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے" ویاتیك بالاخبار من لم تزود"۔

(جامع ترمذی رقم الحدیث 2875 مسند احمد رقم الحدیث 23920)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ خندق کے دن مٹی پلٹ رہے تھے اور آپ ﷺ کا پیٹ (مبارک) غبار آلود تھا اور آپ ﷺ یہ اشعار پڑھ رہے تھے ......

واللہ لولا اللہ ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

marfat.com

فانزلن سکینة علینا واثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولیٰ قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنة ابینا

(اللہ کی قسم اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ہدایت نہ پاتے ، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے ۔ پس (اے اللہ) تو ہم پر سکینہ نازل فرما اور اگر ہمارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ بے شک پہلے لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ، جب وہ فتنہ ڈالنے کا اردہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔)

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2835 صحیح مسلم، حدیث نمبر 3365 مسند احمد، حدیث نمبر 17755)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 5689 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 4357 سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3745 مسند احمد، حدیث نمبر 20225 سنن الدارمی، حدیث نمبر 2588)

شعر کہنا جہاد ہے: حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے شعر کے متعلق آیتیں نازل کی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان کے ذریعے جہاد کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ان (کافروں اور منکروں) کے خلاف شعر پڑھ کر تم ان کو تیروں کی طرح زخمی کرتے ہو۔ (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 5786)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کے خلاف اپنی جانوں، مالوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو (یعنی شعروں کے ذریعے ان پر ہٹ کرو)۔

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2504 سنن النسائی، حدیث نمبر 3045 مسند احمد، حدیث نمبر: 11798 سنن الدارمی، حدیث نمبر 2324)

marfat.com

عبادتوں کی جان اور عین ایمان: حضور انور ﷺ کی شان و عظمت میں اشعار پڑھنا خوب تر اور کافروں اور مشرکوں کے کیئے ہوئے اعتراضات کا شعروں کے ذریعے جواب دینا تمام عبادتوں کی جان اور عین ایمان ہے۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کی شان و عظمت کا دفاع کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی تحسین بڑے اعلیٰ پیرائے میں فرمائی۔ ملاحظہ کیجئے......

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھا دیتے اور وہ اس پر چڑھ کر (اشعار کے ذریعے) حضور ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کیا کرتے تھے...... حضور ﷺ فرماتے تھے جب تک حسان فضائل بیان کرتے ہیں یا حضور ﷺ کی موافقت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) کے ذریعے ان کی تائید فرماتا رہتا ہے۔

(جامع ترمذی، حدیث نمبر 2846)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ قریظہ کے دن حضرت حسان سے فرمایا مشرکین کی ہجو کرو (ان کے خلاف شعر پڑھو) کیونکہ جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 4124 صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4541 مسند احمد، حدیث نمبر 17795)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان (منکروں) کی ہجو کر کے خود بھی شفاء پائی اور مسلمانوں کو بھی شفایاب کر دیا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 2490)

marfat.com

ان احادیث کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جن میں شعر کے فضائل مذکور ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہ چند احادیث آپ کے سامنے نقل کی ہیں جن سے اشعار کی فضیلت اور شعر و شاعری کے وجوب و اباحت کا پتہ چلتا ہے۔ خلاصۃً اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ ایسے اشعار جن میں کفریہ کلمات، کذب و غیبت، خوبصورت عورتوں کی باتیں، شراب نوشی کی ترغیب، عشق مجازی کی قلابازیاں اور کسی مسلمان کی توہین و تذلیل کی بدبو ہو ان کو پڑھنا قطعاً حرام و گناہ ہے۔ اسی طرح شعر و شاعری کو اس حد تک اپنا لینا کے احکام شرع کی پابندیاں ختم ہو جائیں اور علوم شرعیہ سے کنارہ کشی ہو جائے یہ بھی قطعاً قطعاً ناجائز و گناہ ہے۔ باقی وہ اشعار جن میں مذکورہ باتیں نہ پائی جائیں ان کو پڑھنا جائز و مباح ہے چاہے ان کا تعلق کسی بھی شاعر اور کسی بھی زمانے سے ہو، اور ایسے اشعار جن کے ذریعے شانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار ہو اور منکرین کے دلوں میں غار ہو، کو پڑھنا واجب و لازم اور عین عبادت ہے۔ اس بات پر امام اہلسنت الشاہ احمد رضا حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار عمدہ مثال ہیں......

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

دلہن کی رخصتی کے وقت اشعار: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم نے انصار کی ایک یتیم لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس بھیجا (یعنی اس کی رخصتی کی) اور جب ہم واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عائشہ رخصتی کے وقت تم نے کیا کہا تھا ہم نے عرض کیا کہ دلہن کو دولہا کے حوالے کیا اور ہم واپس آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

فرمایا ''انصار کے لوگ غزل کو پسند کرتے ہیں اے عائشہ تم نے یہ کیوں نہ کہا''

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم

(مجمع الزوائد، جلد:4،ص:298)

حضرت ام نبیط رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہم نے بنونجار میں سے اپنی ایک لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس رخصت کیا تو میں بھی اس میں شامل تھی اور خواتین کے ساتھ مل کر دف بجاتے ہوئے یہ کہتی جاتی تھی......

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم

ولو الذهب الاحمر ماحلت بواديكم

حضرت ام نبیط فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا......اے ام نبیط یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اپنے قبیلے بنونجار کی دلہن کو اس کے دولہا کے پاس پہنچانے جارہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کہہ رہی تھیں؟ میں نے اپنے الفاظ دہرائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم یوں کہو......

اتینا کم اتینا کم فحیونا نحییکم

ولو الحنطة السمراء ماسمنت عذاراكم

(الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد:4،ص:501۔502)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دلہن کی رخصتی کے وقت دعائیہ اشعار پڑھ کر اسے رخصت کرنا کار خیر ہے۔ ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً اشعار پڑھنے کو مذموم یا غلط کہنا درست نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار کی تصحیح کروا دینا مگر ان سے منع نہ کرنا اس بات پر بین دلیل ہے کہ اشعار پڑھنا برا نہیں البتہ اس میں کوئی غلط بات ہو تو اس کی اصلاح کر دینی چاہیے۔

marfat.com

شعروشاعری اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: کثیر تعداد میں صحابہ کرام شعروشاعری سے شغف رکھتے تھے اور اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں پر سے شر کو دور کرتے اور نبی کریم ﷺ کی مدح وثناء کر کے "عدو کے سینے میں غار" بناتے تھے۔شاعر صحابہ کرام کی تعداد کے بارے شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں......

روضۃ الاحباب سے نقل کیا گیا ہے کہ مردوں میں رسول اللہ ﷺ کے ایک سو ساٹھ (160) صحابہ شاعر تھے اور عورتوں میں بارہ خواتین تھیں جو شعراء کی فہرست میں شامل تھیں۔

(مدارج النبوۃ اردو، جلد:2،ص:808)

ان میں سے تین صحابہ کرام بڑے مشہور ومعروف اور مقبول بارگاہ رسول ﷺ تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔(1) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (2) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (3) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ان کی پسندیدگی کے بارے احادیث پہلے ذکر کی جا چکی ہیں،تاہم چند صحابہ کرام کے مزید واقعات وارشادات ملاحظہ فرمائیں......

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "والشعراء یتبعھم الغاون الخ" نازل فرمائی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا تحقیق یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ میں بھی انہی (شاعروں) میں سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے آخر سورۃ تک یہ ارشاد فرمایا "الا الذین آمنوا......(یعنی اس وعید میں مسلم شاعر نہیں آتے جبکہ محرمات سے اجتناب کریں)

(الدرالمنثور،ج:5،ص:185)

دوسری روایت میں ہے کہ "حضرت عبداللہ بن رواحہ،حضرت کعب بن مالک اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم" حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔(ایضاً)

marfat.com

حضرت خوات بن جبیر ﷜ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیلئے نکلے، ہمارے قافلے میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی تھے، لوگوں نے مجھے "ضرار" کے اشعار سنانے کو کہا تو حضرت عمر ﷜ نے فرمایا ضرار کے نہیں اپنے اشعار سناؤ۔ حضرت خوات فرماتے ہیں میں برابر اشعار سناتا رہا حتیٰ کہ سحر کا وقت ہو گیا تب حضرت عمر نے فرمایا اے خوات اب چپ ہو جاؤ اب صبح ہو گئی ہے۔

(الاصابہ، جلد: 1، ص: 446)

حضرت عمر ﷜ فرماتے ہیں "مسافر کے سفر کا توشہ اشعار پڑھنا ہے"۔

حضرت عروہ بن زبیر ﷜ فرماتے ہیں "مسافر کا بہترین زادراہ اشعار پڑھنا ہے"۔

علامہ کتانی نے صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کیا کہ حضرت بلال ﷜ نے اپنا زخمی شکار اٹھایا ہوا تھا اور بلند آواز میں شعر پڑھ رہے تھے۔

(التراتیب الاداریة فی نظام الحکومة النبویة)

مذکورہ آثار و واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اشعار پڑھنا اور سننا سنانا جائز ہے جب تک کہ ان میں خلاف شرع امور کا ذکر نہ کیا جائے۔ اشعار میں اس قدر مشغول ہو جانا کہ مسائل شرعیہ اور یاد الٰہی سے غافل ہو جائے مذموم اور قابل اعتراض ہے، لیکن اگر عبادات میں کوتاہی اور علوم شرعیہ سے اجتناب لازم نہ آئے تو اشعار یاد کرنے، پڑھنے اور دوسروں کو سنانے میں کوئی حرج نہیں چاہے وہ اشعار کسی بھی شاعر کے ہوں، عالم کے ہوں یا جاہل کے، مسلم کے ہوں یا غیر مسلم کے۔

اشعار کے بارے مزید وضاحت امام نووی علیہ الرحمہ کی زبانِ قلم سے سماعت کیجئے۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ کونسے اشعار پڑھنا درست ہے اور کن سے اجتناب برتنا چاہئے......

جن اشعار میں بے حیائی کی باتیں نہ ہوں ان کا پڑھنا اور سننا جائز ہے۔ خواہ وہ

marfat.com

زمانہ جاہلیت کے اشعار ہوں یا نہ ہوں۔اور اس قسم کے اشعار میں بھی مشغول ہو جانا درست نہیں ہے البتہ معمولی تعداد میں شعر پڑھنا، سننا اور ان کو یاد رکھنا جائز ہے۔(اور جن احادیث میں اشعار سے منع فرمایا گیا) اس کا مطلب یہ ہے کسی پر شعروشاعری کا اتنا غلبہ ہو جائے جو اس کو علوم شرعیہ کی تحصیل اور یاد الہٰی سے غافل کر دے، چاہے وہ کسی قسم کے اشعار ہوں، اور اگر اس پر قرآن، حدیث اور دیگر علوم شرعیہ کا غلبہ ہو اور تھوڑے بہت اشعار بھی یاد ہوں تو کوئی حرج نہیں۔امام نووی مزید فرماتے ہیں......

بعض علماء نے (منع کی حدیثوں سے) استدلال کیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً (چاہے اچھے ہوں یا برے، یاد الہٰی سے غافل کریں یا نہ) مکروہ ہے۔چاہے ان میں کوئی بے حیائی نہ ہو۔مگر جمہور علماء کا کہنا ہے کہ اگر اشعار میں بے حیائی کی بات نہ ہو تو ان کا پڑھنا مباح ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اچھے اشعار کا پڑھنا اچھا ہے اور برے اشعار کا پڑھنا برا ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے سفر اور غیر سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اشعار سننے کی فرمائش کی اور مشرکین کی مذمت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اشعار پڑھنے کا حکم دیا۔اور خلفائے راشدین، بڑے بڑے صحابہ، ائمہ اور سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مطلقاً اشعار پڑھنا مذموم ہے بلکہ ان کا یہی کہنا ہے کہ جن اشعار میں فحش مضمون ہو ان کا پڑھنا مذموم ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ کراچی جلد: 2، ص: 240)

مذکورہ بالا اقتباس سے روشن ہو گیا کہ ہر قسم کے شاعر کے ہر قسم کے اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر یاد رہے کہ اگر اشعار نعتیہ یا حمدیہ کلام پر مشتمل ہو تو کسی جاہل کا کلام پڑھنا یا سننا قطعاً جائز نہیں کیونکہ یا تو وہ شانِ مصطفیٰ ﷺ کو کما حقہ بیان ہی نہ کر سکے گا یا پھر اس قدر غلو سے کام لے گا کہ حدودِ شریعت کو پھلانگ جائے گا۔نمونے کے طور پر چند اشعار ملاحظہ کیجئے جو حمدیہ، نعتیہ اور دیگر مضامین پر مشتمل ہیں جن سے بے ادبی اور بد ذوقی کی بدبو آ رہی ہے......

marfat.com

حمدیہ اشعار کا نمونہ: اللہ تعالیٰ کی حمد وتوصیف بیان کرنا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے، جس کا آسان اور متبرک طریقہ نماز پنجگانہ کی پابندی ہے۔ مگر صرف نماز روزے کے ذریعے ہی اسی کی حمد نہیں کی جاتی بلکہ ہر شخص اپنے طریقہ کار کے مطابق اس کی حمد وثناء کرتا اور اس کی وحدانیت والوہیت کے نغمے گاتا ہے۔ شعراء اسلام نے بھی اپنے طریقے کے مطابق اللہ جل شانہ کی حمد بیان کی ہے جیسا کہ گذشتہ قسط میں ذکر ہوا کہ ایک حمدیہ شعر کو رسول اللہ ﷺ نے پسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا...... سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبید کا یہ شعر ہے "الا کل شیء ما خلا اللہ باطل" یعنی سنو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ آج کل شعراء میں کچھ جاہلین نے بھی طبع آزمائی کی کوشش کی ہے مگر اپنی جہالت اور صفات الٰہیہ سے ناواقفیت کو چھپا نہ سکے اور حمد کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص بیان کر دیئے۔ اگر جاہل و بے علم شعراء نے ایسے کلام کی طرح ڈالی ہے تو ویسے ہی نعت خوانوں اور حمد خوانوں نے اس جہالت اور بدذوقی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہم یہاں چند گنے چنے حمدیہ اشعار ذکر کرتے ہیں جنہیں انصاف کی نظر دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ فتنہ کس عروج پر جا رہا ہے۔ ملاحظہ کیجئے

مجھے بتاؤ جہاں کے مالک یہ کیا نظارے دکھا رہا ہے
تیرے سمندر میں کیا کمی تھی جو آج مجھ کو رلا رہا ہے

اس شعر میں یقیناً شاعر اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کو بیان کرنا چاہ رہا ہے مگر اس کے انداز تخاطب اور رب کائنات جل جلالہ پر اعتراض کی بدتمیزی واضح نظر آ رہی ہے۔ "مجھے بتاؤ جہاں کے مالک" اور "مجھ کو رلا رہا ہے" کے الفاظ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

یا خدا اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا

marfat.com

ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
ہے دعائے بسمل نیم جاں کہ میری خطاؤں کو بھول جا
ہے مجھے تو تیرا ہی آسرا تو غفور ہے تو رحیم ہے

ان دونوں اشعار میں اللہ تعالیٰ کیلئے ''بھول جانے'' کے الفاظ قابل گرفت ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت سے بے اعتنائی کی بو آرہی ہے۔

جب روز محشر تخت پہ بیٹھے گا کبریا
اس وقت کیا کہو گے تم آئے گی جب حیا

شرم و حیا سے اس گھڑی سر کو جھکاؤ گے
جنت کیا ملے گی جہنم میں جاؤ گے

''تخت پر بیٹھے گا کبریا'' ان الفاظ کے ذریعے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے (معاذ اللہ) جسم ثابت کیا جارہا ہے جو حدِ ایمان سے متجاوز ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے اشعار ہیں جن میں شاعر حضرات نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس کی صفات وکمالات سے ناواقفیت کی وجہ سے الٹا معاذ اللہ اس کی بے عیب اور پاک ذات میں نقص پیدا کردیئے۔

عرش اعظم پہ رب، سبز گنبد میں تم
کیوں کہوں میرا کوئی سہارا نہیں
میں مدینے سے لیکن بہت دور ہوں
یہ خلش میرے دل کو گوارا نہیں

اس شعر میں ''عرش اعظم پہ رب'' سے اللہ تعالیٰ کیلئے حد بندی کی جارہی ہے جو سراسر اس کی

marfat.com

شان کے منافی اور قابل گرفت طرزِ سخن ہے۔

نعتیہ شاعری: نعت گوئی ایک ایسی مشکل صنف سخن ہے جس میں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے ذرا بھی بے احتیاطی ہوئی تو ایمان گیا۔ اعلیحضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا حنفی قادری محقق ومحدثِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

''نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے''۔(ملفوظات اعلیحضرت)

مزید کوئی بات کرنے سے قبل اس حدیث پاک کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا......

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور قصیدہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نعت کو پسند فرمایا اور نا صرف پسند فرمایا بلکہ انعام کے طور پر اپنی برکتوں سے مملو چادر بھی مرحمت فرمائی۔ لیکن اس قدر عزت افزائی کے ساتھ ساتھ ایک شعر کی اصلاح بھی فرمادی۔ اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ کے قصیدے میں ایک شعر یوں تھا......

وانہ لنار یستضاء بہ　　　وسیف من سیوف الھند مسلول

یعنی......آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آگ کی طرح ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور ہندوستان کی عمدہ تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔

اس شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چونکہ آگ سے روشنی پھوٹتی ہے جو راہنمائی کا کام دیتی ہے، لہذا اس سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ دی جس سے سخاوت ومہربانی اور راہ نمائی کی طرف اشارہ ہوا، اور آپ کی جرأت و بہادری کی طرف ''ہندوستانی تلوار'' سے تشبیہ دے کر اشارہ کیا گیا۔

marfat.com

اب اگرچہ ''النــار '' سے مفہوم صحیح و درست نکلتا ہے لیکن یہ لفظ ''مقام نبوت و رسالت'' کے لائق نہیں تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے اس شعر کو اس طرح تبدیل فرما دیا......

وانه لنور یستضاء به وسیف من سیوف الله مسلول

آپ ﷺ ایسے ''نور'' ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک بہترین تلوار ہیں۔

یعنی آپ ﷺ نے لفظ ''**نار**'' کو ''**نور**'' سے اور ''سیوف الہند'' کو ''سیوف اللہ'' سے بدل دیا۔

اس حدیث کی تشریح کرنے کیلئے اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے ان فرامین کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس سے واضح ہوگا کہ نعت گو شاعروں کو کس حد تک احتیاط کی ضرورت ہے۔

امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے......

وہ الفاظ جو معشوق مجازی کیلئے آتے ہیں جیسے ''رعنا' دلربا'' نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہاتِ تانیثی (عورتوں کے ناموں سے مشابہت والے الفاظ) استعمال ہوں جیسے لیلیٰ وغیرہ۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد ﷺ) کے اسماء صفاتی ہوں تو بہتر ہے خصوصاً ندا کے وقت مثلاً یا رسول اللہ یا حبیب اللہ ضروری ہے۔ نام اقدس لے کر ندا کرنا حرام ہے۔ اور غیر ندا میں ''ساقی کوثر، یا آفتابِ رسالت، شفیع المذنبین وغیرہم کہنا اور لکھنا چاہئے۔ اسی طرح یثرب' کالی کملیا' رشکِ قمر وغیرہم متروک ہیں۔ تخیلاتِ خلاف واقع یا مبالغات نہ ہونا چاہئے۔ مثلاً حضور ﷺ کے فراق میں دن رات روتا رہتا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں۔ معاذ اللہ توہین نا ہونے پائے۔ (الملفوظ)

مولانا کوثر نیازی کہتے ہیں......

marfat.com

شاعری ایک اور میدان ہے جہاں بے اختیار ادب و احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ جاتا ہے۔اور شاعری میں بھی نعت گوئی کی صنف تو ایک ایسی مشکل صنف سخن ہے جس میں ایک ایک قدم پل صراط پر رکھنا پڑتا ہے۔ یہاں ایک طرف محبت ہے تو ایک طرف شریعت۔

(امام احمد رضا خان ایک ہمہ جہت شخصیت، مولانا کوثر نیازی، ص:24)

ان اقتباسات کو پڑھ لینے کے بعد غیر جانب داری سے موجودہ شاعروں، نعت خوانوں، نقیب حضرات اور خطیبوں کے طرز گفتگو پر غور کیجئے اور اگر دل کا قاضی ضمیر کی عدالت میں فیصلہ کیلئے موجود ہے تو اس سے فتویٰ لیجئے کہ کیا یہی وہ نعت خوانی اور وعظ گوئی تھی جس کو سن کر لوگوں کے سینے پھٹ جاتے تھے۔

مزید کسی تکرار کے بغیر موجودہ شاعروں کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کر رہا ہوں۔جن کا فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے کہ ان سے محبت کی خوشبو آتی ہے یا بے ادبیوں اور شریعت کی دھجیاں اڑانے کی ہمک۔

خبرے تو کیہڑی جنت دے کرناں اے تذکرے
جنت ہے میرے واسطے روضہ حضور دا

جنت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو اس نے اپنے نیک بندوں کے انعام واکرام کیلئے تیار فرمائی ہے۔قرآن مجید میں بے شمار آیات بینات اس کے مرتبہ ومقام پر شاہد و عادل اور نبی مکرم ﷺ کی احادیث میں نیک کاموں کی ترغیب اسی جنت کے حصول کا وعدہ کر کے دلائی گئی ہے۔مگر کس بے دردی کے ساتھ اس رحمتِ خداوندی سے ”تجاہل عارفانہ“ برتا جا رہا ہے۔

اعمال کم ہوئے تو کہہ دوں گا حشر میں
یا رب نبی کی نعت سے فرصت نہیں ملی

marfat.com

ایک طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین رہ رہ کر اعمال حسنہ کی ترغیب دلا رہے ہیں اور دوسری جانب یہ ''عاشقِ رسول'' صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں فرصت نہیں ملی۔

ویسے بات ذرا سوچنے والی ہے کہ ایک طرف تو نعت حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عبادات کی جان کہا جاتا ہے اور دوسری جانب ایسی بے اعتباری کہ اعمال کی کمی کا خوف دامن گیر ہو گیا۔ (فیاللعجب)

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
اتر گیا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام تر شان و عظمت اور رفعت درجات اور بلندیٔ مقامات کے باوجود ''ممکن الوجود'' ہیں۔ اور اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات ''واجب الوجود'' ہے۔ مگر اس شعر میں جو طوفانِ بدتمیزی بپا ہے کسی کی نظروں سے اوجھل نہیں۔

دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسول پاک سے دیکھا نہ جائے گا

بظاہر تو اس شعر میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نظر نہیں آتی مگر افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ ہمارے شعراء اس قدر ''متوکل'' واقع ہوئے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان کو بھی بھلا بیٹھے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ''اے (میری بیٹی) فاطمہ! یہ مت سمجھنا کہ تو نبی کی بیٹی ہے تو بخشی جائیگی، تمہاری بخشش بھی تمہارے اعمال پر موقوف ہے''

اس بات میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ نے مقام شفاعت عطا فرمایا ہے مگر شعراء اور نعت خوانوں کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ضرور ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو تار تار کرنے کے باوجود (یہ حالات محافل نعت میں دیکھے جاسکتے ہیں) وہ اس دھمکی پر اتر آئے ہیں کہ......

marfat.com

"دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا"

نعت گو شعراء کو نعت لکھتے ہوئے شانِ الوہیت کو پیش نظر ضرور رکھنا چاہئے۔ دوران نعت وہ ایسے ایسے جملے بول جاتے ہیں کہ "لاحول" پڑھے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر درج شعر قابل غور ہے......

کملی والیا نبیاں دی صف اندر
جینویں تو سجیا ایں کوئی سجیا ای نئیں
تیرے اتے درود وسلام پڑھ پڑھ
تیرا رب وی اجے تک رجیا ای نئیں

"تیرا رب وی اجے تک رجیا ای نئیں" ان کلمات کو پڑھئے اور دل سے گواہی مانگیں کہ کلمات اللہ جل شانہ کی شان کے لائق ہیں یا نہیں۔ ان اشعار میں اگر اللہ جل شانہ کی ذات کی طرف "رجنے" کی نسبت کرنے سے گریز کرتے ہوئے "تیرا رب" کی بجائے "سارا جگ" کے کلمات بولے جائیں تو "علم عروض" کی روشنی میں اوزان و تقطیع میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔

اے جنت تو آ طواف کر میرا
میرے دل میں حضور رہتے ہیں

ان اشعار کے علاوہ درجنوں اشعار ہیں جو شانِ نبوت و رسالت اور مقام الوہیت کے منافی ہوتے ہیں۔ محافل میں جب کوئی نعت خواں پڑھ رہا ہو تو ذہن میں آجاتا ہے کہ کونسا شعر قابل تصحیح ہے۔ نمونے کے طور یہ چند اشعار پیش کیے ہیں۔ جن سے واضح طور پر بے ادبیوں اور شریعت سے بے اعتنائیوں کی بو آ رہی ہے۔ شعراء، نعت خوانوں اور سامعین کرام سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اس طرح کے اشعار پڑھ کر دنیا کی دولت تو مل سکتی ہے مگر

marfat.com

جنتمیں سکونت نہیں۔ دنیاوی داد و دہش تو مل سکتی ہے، رسول اکرم ﷺ کی محبت نہیں۔ محافل نعت یا محافل میلاد تو خاص اللہ و رسول کی رضا جوئی کیلئے سجائی جاتی ہیں۔ مگر اس قدر اہتمام کے بعد بھی اگر کوئی نیکی نہ ملی بلکہ الٹا ایمان کو زنگ لگا تو کیا فائدہ؟۔ کچھ لوگ تاویلیں کر کے چند اشعار کو درست ثابت تو کرلیں گے مگر بقول داغ دہلوی......

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

اصلاح محافل کے حوالے سے راقم الحروف کا ایک مقالہ ''میلاد ضرور مناؤ مگر......'' کے عنوان سے گذشتہ برس ربیع الاول کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس بارے مزید معلومات ''فتاویٰ رضویہ'' کی روشنی میں اس مقالے میں باہم پہنچائی گئیں ہیں جو فائدہ سے خالی نہیں۔

شعر و شاعری کے حوالے سے کافی حد تک اطمینان بخش گفتگو ہو چکی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شاعری کو چند اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) واجب...... جب گستاخان خدا اور رسول عزوجل و ﷺ شاعری کے ذریعے اللہ اور اس کے محبوب ﷺ اور دین مبین اسلام پر اعتراضات کر رہے ہوں اور معاذ اللہ ان ذوات قدسیات کی گستاخیاں کر رہے ہوں تو ان لوگوں کو ان کے منہ کے مطابق طمانچہ مارنے کیلئے شاعری کرنا اور ان کے اعتراضات کے جوابات دینا واجب ہے۔ جس طرح کہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہما رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ثابت ہے۔

(2) مستحب...... حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مکرم ﷺ کیلئے شاعری کرنا مستحب اور کار ثواب ہے۔ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی منقبتیں بھی اسی میں شامل ہیں۔

(3) جائز و مباح...... ایسے اشعار جن میں کفریہ کلمات، کذب و غیبت، خوبصورت عورتوں

marfat.com

کی باتیں، شراب نوشی کی ترغیب، عشق مجازی کی قلا بازیاں اور کسی مسلمان کی توہین وتذلیل کی بد بو نہ ہو ان کو پڑھنا جائز و مباح ہے۔ چاہے ان کا تعلق کسی بھی زمانے یا کسی بھی مذہب و عقیدے سے تعلق رکھنے والے شاعر سے ہو۔

(4) حرام و مکروہ...... ایسے اشعار جن میں، کذب وغیبت، خوبصورت عورتوں کی باتیں، شراب نوشی کی ترغیب، عشق مجازی کی قلا بازیاں اور کسی مسلمان کی توہین وتذلیل کی بد بو ہو انکو پڑھنا حرام و گناہ ہے۔

(5) کفر...... ایسے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ و دیگر انبیاء و رسل کی تنقیص پائی جائے۔ چاہے وہ کسی نے حمد باری تعالیٰ کے ضمن میں لکھے ہوں یا وہ نعتیہ کلام میں ہوں۔ جس میں بھی کفریہ کلمات ہوں ان کو پڑھنا کفر و حرام ہے۔

گانوں کے کفریہ اشعار: اس سے قبل حمد اور نعت میں پائے جانے والے قابل اعتراض اشعار میں سے چند ایک کی نشاندہی کی گئی ہے۔ آیئے مزید اشعار ملاحظہ کیجئے جو گانوں کی صورت میں لوگوں کے درمیان رائج ہو چکے ہیں۔ اور لاعلمی، بدعملی یا گانوں سے بیجا قلبی لگاؤ کی وجہ سے لوگ ان اشعار کو زبان کا زیور بنائے گلی کوچوں میں ناچتے گاتے نظر آتے ہیں۔ یاد رہے کہ اشعار گانے کے ہوں یا عام شاعرانہ غزلیات و نظمات، شعر کی حیثیت سے ان کے پڑھنے کا وہی حکم ہے جو اوپر "جائز و مباح" میں ذکر ہوا۔ گانے میں حرمت ساز اور مزامیر کی وجہ سے ہے نہ کہ اشعار کی بنیاد پر۔ مگر بہر حال ہر وہ شعر حرام ہے جس میں حدودِ شرعیہ سے ٹکراؤ لازم آئے۔

دل میں بٹھا کے تجھ کو کر لوں گی بند آنکھیں
پوجا کروں گی تیری دل میں رہوں گی تیرے

marfat.com

اس شعر میں محبوب کی پوجا (عبادت) کرنے کی چاہت کی جارہی ہے جو احکامات اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ عبادت کے لائق ذات صرف اور صرف اللہ رب العٰلمین کی ذات ہے اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک اور کفر ہے۔ اور کفر کی تمنا اور آرزو کرنا بھی کفر ہے۔

دنیا بنانے والے دنیا میں آ کے دیکھ
صدمے سہے جو میں نے تو بھی اٹھا کے دیکھ

اس شعر میں اللہ جل جلالہ کی ذات پر جس بے باکانہ انداز میں جرأت کی گئی ہے وہ شاعر کی بد باطنی کا واضح ثبوت ہے۔ اس شعر میں گویا شاعر کہنا چاہتا ہے کہ دنیا میں جس قدر تکالیف اور صدمے میں نے سہے ہیں اے خدا تجھے کیا معلوم ان کی شدت کیا ہے؟ اگر تو ان کی شدت اور درد کو محسوس کرنا چاہتا ہے تو دنیا میں آ اور میرے جیسے صدمے سہہ تا کہ تجھے ان تکالیف کا احساس ہو۔ (العیاذ باللہ)

حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے
خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانے

اس شعر میں اللہ جل شانہ کے علم پر اعتراض واضح ہے کہ حسینوں کو ایسے ایسے بہانے آتے ہیں جن کو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی نہیں جانتا۔

خدا بھی آسمان سے جب زمین پر دیکھتا ہو گا
میرے محبوب کو بنایا کس نے سوچتا ہو گا

ساری کائنات کا خالق اور بنانے والا صرف وہی وحدہ لاشریک ہے مگر اس شعر میں جو بے باکی پائی جارہی ہے اس سے نظریں نہیں چرائی جاسکتیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے ایسے کلمات ادا کرنا

marfat.com

سراسر کفروحرام ہے۔

میرے ربا ربا رے ربا یہ کیا غضب کیا
جس کو بنا نا تھا لڑکی اس کو لڑکا بنا دیا

اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی طرف غضب کی نسبت کی گئی ہے جو صریح کفر ہے۔

کسی پتھر کی مورت سے محبت کا ارادہ ہے
پرستش کی تمنا ہے عبادت کا ارادہ ہے

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کفر کی آرزو اور تمنا کرنا بھی کفر ہے۔ اس شعر میں غیر اللہ کی عبادت کرنے کی تمنا کی جارہی ہے۔

رکھوں گا تمہیں دھڑکنوں میں بسا کر
تمہیں چاہتوں کا خدا بنا کر

ہر چیز کا خدا صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس شعر میں محبوب کو خدا بنانے کا ذکر ہے جس سے کفر کی بو آتی ہے۔

دنیا بنانے والے ذرا سامنے تو آ
میں تجھ کو یہ بتاؤں کی دنیا تیری ہے کیا

بہت سی دوسری کفریہ وجوہات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا اندازِ تخاطب اور دھمکانے جیسا انداز اپنانا کیا کسی مومن کو زیب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں......

مایوسیاں سمیٹ کر سارے جہان کی
جب کچھ نہ بن سکا تو میرا دل بنا دیا

اس شعر کے دوسرے مصرعہ سے اللہ تعالیٰ کا مجبور و بے بس ہونا لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ بن سکا تو آخر ہار کر اس نے میرا دل بنا دیا۔

marfat.com

الوداعی کلمات: شعروشاعری کے دونوں پہلو (جائز وناجائز) قارئین کے سامنے ہیں۔ مجھے شعروشاعری سے متعلق جو آیات واحادیث، آثارِ صحابہ اور علماء وفقہاء کے فرامین نظر میں آسکے، پیش خدمت ہیں، مگر میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرف آخر ہے اگر کسی شخص کو میری ان باتوں سے اختلاف ہے تو اسے اس کا حق حاصل ہے۔

میں نے اپنے معلومات کے مطابق شعروشاعری کے متعلق دونوں پہلو پیش کر دیئے ہیں، اگر یہ حق وصواب ہیں تو اللہ عزوجل اور اس کے محبوب ﷺ کی نگاہِ عنایت ہے اور اگر ان میں کوئی غلطی وخطا ہے تو فقیر کا کارنامہ ہے۔

اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سراپائے

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: یہ مضمون ''ماہنامہ بہارِ اسلام'' کے ماہِ جمادی الثانی 1429ھ کے شمارے میں شائع ہوا۔

marfat.com

نیچے کی طرف جھکا ہوا قد، سرخ وسفید رنگ، اور جسم اتنا دبلا پتلا کہ بدن پر تہبند بھی نہ ٹھہر سکے (بلکہ نیچے کو سرک جائے)، رخسار گوشت سے خالی، اور خشخاشی داڑھی، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں مگر نہایت روشن و چمکدار، فراخ اور بلند ہوتی پیشانی، اور ہاتھوں کی انگلیاں گوشت سے بے بہرہ، مہندی یا وسمہ سے رنگے ہوئے بال، یہ عام سا حلیہ اس عاشقِ زار کا ہے جو عالمِ رنگ و بو میں انبیاء کے بعد سب سے زیادہ افضل واعلی ہیں۔ میری مراد تاجدار صداقت پروانہء شمع رسالت حضرت عبد اللہ بن عثمان المعروف سیدنا ابو بکر الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ ہیں (1)۔ جو مذکورہ حلیہ کے مطابق ایک سیدھے اور سادے انسان ہیں مگر مرتبہ و مقام کے لحاظ آپ کا گذر ایسی بلندیوں پر ہے کہ نظر کی قوت ختم ہو جاتی ہے مگر آپ کا پایہ نظر نہیں آتا۔

علم الانسان کے ماہرین کی تحقیق کے مطابق جو انسان نحیف و لاغر و کمزور جسم و جثہ اور چھوٹے قد و قامت کا ہو تو وہ دو اوصاف میں سے کسی ایک میں نمایاں مقام پیدا کرتا ہے۔ (۱) اگر اس کا نسب و حسب شریف ہوتا ہے تو اس کے اندر بالطبع اپنے قائد سے غایت درجہ عشق و گرویدگی، والہانہ لگاؤ، محبت اور اس کی کامل اتباع کا ولولہ پایا جاتا ہے۔ (۲) اگر رذیل اور پست اصل و نسل سے تعلق رکھتا ہے تو بالعموم حسد ورشک اور جلن و گھٹن کا مظاہرہ کرتا ہے (2)۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) شریف حسب و نسب کے مالک، کریم النفس، نیک طینت اور غمگسار شخص تھے۔ اس لئے مذکورہ بالا نفسیاتی اصول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ میں ان اوصاف کا پایا جانا ناگزیر تھا جن کو ''قائد کا عشق و محبت'' اس کی ذات پر پورا

marfat.com

یقین واعتقاد' اوراس کی اتباع کا بے لوث جذبہ وولولہ'' جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہی وصفِ عشق رسول ﷺ درحقیقت آپ کی شخصیت کی کلید و چابی ہے جو آپ کی محرکات عمل کی تمام پیچیدگیوں کو کھول دیتی ہے اور آپ کو تمام دوسری شخصیات سے علیحدہ مقام عطا کرتی ہے۔ آپ ؓ کو زمانہ طفولیت میں ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے حد درجہ محبت و الفت تھی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا محمد ﷺ کو دوست اور معتمد ساتھی کی حیثیت سے پہچانا تھا۔ اور اسی اعتماد کی بنا پر آپ نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے تھے۔

حالات و واقعات اس بات پر دال ہیں کہ آپ ہر کمال وفضل میں ثانی (دوسرا) رہے سوائے ایک وصف کے کہ اس میں آپ کو درجہ اول حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ تصدیق نبوت میں ثانی ہیں، اسلام قبول کرنے میں ثانی، ہجرت میں ثانی، غار ثور میں ثانی، خلافت میں ثانی، غرض یہ کہ ہر کمال میں ثانی رہے مگر عشقِ مصطفوی ﷺ میں آپ کو درجہ اول حاصل تھا آپ ﷺ کے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی آپ ؓ کیلئے مدت قیامت سے کم نہ تھا۔ بقول کسے

قیامت ہم نے دیکھی ہے قیامت سے بہت پہلے
تیرا مل کے بچھڑ جانا قیامت اور کیا ہوگی

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو حضور ﷺ کی جدائی کے یہ لمحات کاٹنا انتہائی دشوار ہو جاتا، رات بھر ماہی بے آب کی طرح آپ کے جگر سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز جل رہی ہو (3)۔

یہ بات مبالغۃً نہیں کہی جارہی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے رات کاٹنی بھی گراں ہوتی تھی بلکہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے جس کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں نقل فرمایا ہے

marfat.com

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز فجر سے بہت قبل مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور اپنے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس پر سر رکھ دیتے. جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو بغل گیر ہو جاتے اور پوچھتے اے صدیق اتنی سویرے کیوں آتے ہو؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے "اس واسطے کہ سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کروں" (4)۔

اور یہ یکطرفہ محبت نہیں تھی بلکہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نہایت درجہ کا پیار تھا حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر سے یہ بات سنتے تو فرماتے اے ابوبکر! اٹھو مجھے اللہ عزوجل کے جلال کی قسم کہ آپ کی داڑھی کے بالوں کے سبب مجھے تحت الثریٰ تک کی چیزیں نظر آتی ہیں (5)۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق کا مقام اتنا بلند ہے اور آپ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس درجہ مستغرق تھے کہ گویا کیفیت کچھ یوں تھی۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نا گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جائے میں جسم ہوں اور تو جان ہو جائے. تا کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے) آپ رضی اللہ عنہ کی راحت انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وارفتگی دیکھ کر بے اختیار لبوں پر جاری ہو جاتا ہے۔

صادق و صدیق و غم خوار نبی

در دلش عشق محمد ہمچوں جاں

((صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے اور غم خوار ہیں اور انکے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح موجود ہے جس طرح جسم میں جان ہوتی ہے)

marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق مصطفوی ﷺ کا اندازہ لگانا ہو تو اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: ''اے ابوبکر! آپ کو اللہ سے زیادہ پیار ہے یا رسول مکرم ﷺ سے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ محبت اور پیار ہے کیونکہ ہم نے انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پایا ہے آپ تشریف لائے تو ہم کو خدا ملا ورنہ وہ تو ازل سے موجود ہے(6)۔

اور ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ کسی نے آپ کو ''خلیفۃ اللہ'' (اللہ کا نائب) کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا ''میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہوں اور اسی نام کو پسند کرتا ہوں'' (7)۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عشق مصطفیٰ ﷺ میں فنا تھے اور ہر چیز کو نبی محترم ﷺ کی نسبت سے جانا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ ۱۔ خوشبو ۲۔ نیک عورت ۳۔ اور نماز جو کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی تین چیزیں ہی پسند ہیں۔ ۱۔ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا ۲۔ اللہ کا عطا کردہ مال آپ کے قدموں پر نچھاور کرنا ۳۔ اور میری بیٹی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کا آپ ﷺ کے نکاح میں آجانا(8)۔

رشتے اور تعلق داروں میں سب سے زیادہ محبوب انسان کو اپنی اولاد ہوتی ہے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق پہ قربان جایئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے اور اسلام سے وابستہ ہو گئے تو اپنے والد محترم سے عرض کی۔ اے ابا جان! غزوۂ بدر میں آپ کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے مگر میں نے باپ سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا اور آپ کو قتل نہیں کیا۔ یہ بات

marfat.com

سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا. بیٹا! اگر اس وقت تو میری تلوار کی زد میں آجاتا تو میں اپنے محبوب ﷺ کا دشمن سمجھتے ہوئے تمہیں قتل کر دیتا اور محبت رسول ﷺ کے مقابلے میں محبت پدری کی کوئی پروانہ کرتا (9)۔

قربان جایئے اس عشق بے لگام پہ کہ جس نے محبت پدری کو اندوہ گہرائیوں میں دھکیل دیا اور محبت رسول ﷺ کو اس قدر بلند رکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ بھول گئے کہ میں کسی کا باپ ہوں، اور آپ نے عشق مصطفوی ﷺ میں اپنی اولاد کو بھی کچھ اہمیت نہ دی اور رسول مکرم ﷺ کے اس فرمان کی جیتی جاگتی تفسیر بن گئے ۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی اولاد، جان، مال، اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں (10)۔

تاجدار صداقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو عشق مصطفوی میں اس قدر ڈوب چکے تھے کہ اپنی جان کی بھی پروانہ کی. چنانچہ......ایک مرتبہ محب صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہیئے چنانچہ آپ سرکار ابد قرار ﷺ کے ساتھ کعبۃ اللہ میں آگئے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور اعلانیہ دعوت اسلام دینے لگے (دعوت اسلام میں یہی سب سے پہلا خطبہ تھا) اس پر مشرکین غضبناک ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو زدوکوب کیا اور طرح طرح سے اہانت آمیز سلوک کیا، عتبہ بن ربیعہ نہایت ظالم اور شقی تھا وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درپے ہو گیا اور معاذ اللہ اپنے جوتے کے ساتھ اس طرح مارا پیٹا کہ چہرے نے متورم ہو کر ناک کو بھی ڈھک دیا، آپ کے قبیلے بنو تیم کو اطلاع ہوئی تو وہ فوراً موقع پر پہنچے اور آپ کو ان کے نرغہ سے نکال کر خون آلود کپڑوں میں گھر لے گئے، شدید چوٹوں کی وجہ سے سب کو یقین ہو چکا تھا کہ آپ جانبر نہ ہوسکیں گے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا گیا تھا کہ زندگی کی امیدیں ختم ہو چکی تھیں اسی لئے آپ کے قبیلے کے لوگوں میں سے کسی نے چیخ کر

marfat.com

کعبہ میں کہا تھا کہ اگر ابو بکر زندہ نہ بچے تو ہم عتبہ اور اس کے ہمنشینوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ الغرض تمام لوگ نہایت پریشانی کے عالم میں آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ کب آپ کو ہوش آتا ہے اور جب اس شمعِ رسالت کے پروانے کو ہوش آیا تو سب سے پہلا جملہ جو زبان سے نکلا وہ یہ تھا ''مَافَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ'' میرے محبوب کا کیا حال ہے، اس قول کو سن کر تمام خاندان ناراض ہو کر چلا گیا کہ ہم اس کی فکر میں مرنے مارنے پہ تلے بیٹھے ہیں اور یہ کہ طویل بے ہوشی کے بعد جب ہوش سے ماتھا جوڑا ہے تو اس کو اپنی فکر ہی نہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ کو کھانے کیلئے کچھ دیتیں تو آپ تناول نہ فرماتے بلکہ بار بار یہی پوچھتے کہ میرے آقا کا کیا حال ہے.

آخر آپ کی والدہ نے کہا کہ مجھے ان کی حالت کا کچھ علم نہیں ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قسم ہے میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں پیوں گا جب تک اپنے محبوب ﷺ کی حالت سے خبردار نہ ہو جاؤں. آخر آپ کی والدہ حضرت ام جمیل بنت خطاب رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کی تو (چونکہ ابھی انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں فرمایا تھا اس لئے) وہ شک وشبہ کی کیفیت میں ان کو دیکھتی رہیں. آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں اور خود جا کر ان کو سرکار ﷺ کی حالت کے بارے میں بتائیے۔

حضرت ام جمیل تشریف لے گئیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شدید درد وکرب میں پایا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میری آقا کا کیا حال ہے؟ تو ام جمیل نے بتایا وہ بالکل ٹھیک ہیں مگر عاشق کی تسلی نہ ہوئی اور پوچھا کہاں تشریف فرما ہیں فرمایا ارقم بن ابی الارقم کے گھر میں، جب یہ سنا تو فوراً وہاں جانے کی خواہش ظاہر کی جس پر والدہ نے روکنا چاہا کہ بغیر کھائے پیئے یونہی باہر جانے سے طبیعت بگڑ سکتی ہے مگر آپ نے پھر فرمایا کہ مجھے اللہ

marfat.com

کی قسم ہے میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک اپنے محبوب ﷺ کی زیارت نہ کرلوں، یہ بات سن کر دونوں خواتین انگشت بدنداں رہ گئیں کہ اس شخص کو اپنے دوست اور نبی ﷺ سے اس درجہ عشق اور محبت ہے، چنانچہ وہ جھک گئیں اور بے تاب و ناتواں جسم کو اپنے کندھوں کا سہارا دیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔ بے تاب عاشق نے جب سامنے محبوب ﷺ کو دیکھا تو دیکھتے ہی اپنے محبوب ﷺ سے لپٹ گئے اور رخ والضحیٰ کے بوسے لینے شروع کر دیئے۔

سرکار علیہ السلام نے جب یہ وارفتگی دیکھی تو پوچھا اے ابوبکر تمہارا کیا حال ہے؟ یہ سن کر اس عاشق زار نے ایسا جواب دیا جو اقلیم عشق میں قدم رکھنے والوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ فرمایا

"یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے اپنا کچھ ملال نہیں، دکھ اس بات کا ہے کہ وہ ظالم لوگ میرے سامنے آپ ﷺ کی گستاخی کرتے رہے۔ (11)

اللہ اکبر! یہ ہے عشق جس کی حدوں کو چھو کر ابو بکر، "صدیق اور عتیق" بن گئے اور اسی عشق نے عمر کو "فاروق اعظم" اور عثمان کو "ذوالنورین" بنا دیا اور اسی عشق کی بارش میں نہا کر علی کو "اسد اللہ" اور "حیدر کرار" جیسے لقب ملے۔ یہی عشق ہے جو تکالیف کی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنا کام کر جاتا ہے بلکہ اگر عشق و محبت میں ظلم و ستم نہ ہو تو محبت کے چہرے پر نکھار نہیں آتا۔ بقول قلندر لاہوری علامہ محمد اقبال قادری۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزا ہی نہیں

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت کا انداز یہ بھی ہے کہ آپ نے بھی دنیا میں اتنے ہی برس گزارے جتنے آپ کے محبوب علیہ السلام نے گزارے تھے اور آپ کی وفات کا

marfat.com

سبب بھی عشق رسول ﷺ ہی تھا(12)

جب سرکار علیہ السلام کا ظاہری وصال ہوا تھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دلی صدمہ ہوا تھا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اپنے آقا ومولی سے قربت کا دورانیہ کئی سال پر محیط تھا اور شاذ و نادر ہی آپ بارگاہِ نبوی سے غیر حاضر ہوئے تھے۔محبّ صادق کب یہ گوارا کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب علیہ السلام سے جدا رہے مگر اب محبّ صادق اور محبوب علیہ السلام کے درمیان موت نے دیوار کھڑی کردی تھی ایک روز آپ رضی اللہ عنہ یادِ محبوب میں محو تھے کہ بے اختیار زبانِ درخشاں سے نکلا

اجدك ما لعينك لا تنام

كان جفونها فيها كلام

(اپنے آقا کی جدائی تم پر شاق گزری ہے،تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ سو نہیں سکتیں کیونکہ ان کی پلکوں میں زخم ہیں(13))۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وفات نبی ﷺ کے دوسرے سال حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ خطبہ دینے کیلئے منبر پر کھڑے ہوئے ابھی اتنا ہی کہا تھا ''قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْاَوَّل ''(یعنی رسول اللہ ﷺ پہلے سال جب خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے) ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ آپ کو وفات نبوی کا سانحہ یاد آ گیا اور بلک بلک کر رونے لگے۔پھر سنبھل کر دوبارہ خطبہ شروع کیا مگر پھر ہچکی بندھ گئی،آخر تیسری بار ضبط سے کام لے کر خطبہ تمام کیا۔(14)

الغرض آپ کو وصال نبوی کا دلی صدمہ ہوا تھا اور یہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

حضور اکرم ﷺ کا ظاہری وصال 63 تریسٹھ برس کی عمر میں پیر کے دن ہوا اور آپ کے عاشق صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی 63 تریسٹھ سال کی عمر میں ہی اپنے

marfat.com

محبوب ﷺ سے ملاقات کی۔(15) عشق رسول ﷺ کی آگ تا از وفات ٹھنڈی نہ ہو سکی اور آپ نے وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو دربار نبوی میں میرا جنازہ حاضر کر کے اجازت چاہنا اور عرض کرنا آقا! یار غار حاضر ہے اس کیلئے کیا حکم ہے؟ اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے حجرے میں دفن کر دینا اس حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ کو غسل اور کفن دے دیا گیا تو میں نے جا کر روضہ انور پہ عرض کیا یارسول اللہ! ابوبکر اجازت چاہتا ہے (حضرت علی فرماتے ہیں) پھر میں نے دیکھا کہ روضہ انور کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی ''اَدۡخِلُوۡا الۡحَبِیۡبَ اِلَی حَبِیۡبِہٖ فَاِنَّ الۡحَبِیۡبَ اِلَی الۡحَبِیۡبِ مُشۡتَاقٌ'' حبیب کو حبیب کے ہاں داخل کر دو بے شک حبیب اپنے حبیب سے ملاقات کیلئے مشتاق ہے۔(17)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال 21 جمادی الآخر 13 ہجری (بمطابق 22 اگست 634ء) پیر کو سورج غروب ہونے کے بعد ہوا اور اسی رات آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا، وفات کے وقت ان کی عمر 63 برس تھی وصیت کے مطابق ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس نے انہیں غسل دیا اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن نے پانی ڈالا اور اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو اسی چارپائی پر ڈال کر مسجد نبوی میں لے گئے جس پر ان کے محبوب علیہ السلام کو رکھا گیا تھا۔(18)

مسجد نبوی میں ان کا جنازہ رسول اللہ ﷺ کے منبر اور مزار اقدس کے درمیان رکھا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس عاشق سوختہ جاں کو محبوب علیہ السلام کے پہلو میں اس طرح دفن کیا گیا کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے متوازی تھا۔(19)

عاشق و معشوق جو عمر بھر ساتھ رہے یہ رفاقت بعد از وفات بھی ختم نہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ محبوب خادم اور عاشقِ صادق اپنے آقا کے پہلو میں آرام فرما ہو گیا

marfat.com

۔اور اقلیم عشق کا آفتاب درخشاں اپنی تمام تر تابندگیاں سمیٹتا ہوا سب کی نظروں سے نہاں ہو گیا مگر اس کی روشنی آج بھی اس ملک میں قدم رکھنے والوں کیلئے منزل کی نشاندہی کرتی ہے۔

﴿حوالہ جات﴾

(1) ۱ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (محمد حسین ہیکل) ص39

۲ تاریخ الخلفاء مترجم (علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی) ص49

(2) عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نواز رومانی) ص216

(3) عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ص223

(4) افضل الفوائد (راحت المحبین) (خواجہ نظام الدین اولیاء) ص14

(5) افضل الفوائد (راحت المحبین) (خواجہ نظام الدین اولیاء) ص14

(6) عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ص218

(7) تاریخ الخلفاء مترجم ص113

(8) ۱ عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ص223

۲ منہبات (ابن حجر) ص21.22

(9) عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ص222

(10) ۱ صحیح بخاری کتاب الایمان رقم حدیث13.14

۲ صحیح مسلم کتاب الایمان رقم حدیث 77

(11) ۱ البدایہ والنہایہ (شیخ عماد الدین ابن کثیر) ج3 ص30.31

۲ الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ج 1ص 397.398

۳ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ج1ص475.476

۴ تاریخ الخمیس ج1ص294

marfat.com

زیارتِ مدینہ

اور

برکاتِ مدینہ

نوٹ: یہ مضمون "ماہنامہ بہار اسلام" کے ماہِ ذوالحجہ 1431 کے شمارے میں شائع ہوا۔

marfat.com

جب بھی حج کا روحانی موسم آتا ہے تو دستور کے مطابق موسمی کیڑے مسلمانوں کی روحانیت کو مجروح کرنے کیلئے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کر دیتے ہیں۔ اور شکوک وشبہات کے زہریلے ڈنگ مار کر روحانیت کو آخری سانسوں تک لیجاتے ہیں۔ ان کے پروپیگنڈہ میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ کسی طرح حج کیلئے جانے والے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ کی حاضری کی برکات سے بے پرواہ کر دیا جائے اور وہ مدینہ کی بہاروں سے اپنے دلوں کو معطر نہ کر سکیں۔ مگر......

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

یاد رکھیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ کا بغض دل میں سمائے حج کا ارادہ کر رہا ہے وہ قطعی یہ امید نہ رکھے کہ اس کا حج اس کو کوئی فائدہ دے گا اور اس کی بخشش کا سامان ہوگا۔ یہ صرف حج یا عمرہ کی بات نہیں بلکہ کوئی بھی عبادت اس وقت تک درجۂ قبولیت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک مدینہ، اور مدینے والا (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام اشیاء سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائیں۔ کعبۃ اللہ (زَادَهَا

marfat.com

اللّٰهُ عِزًّا وَّ شَرْفًا) کی عظمتوں اور شانوں کا ہمیں اعتراف ہے، ہم اس کی بلندیٔ درجات کے منکر قطعاً نہیں مگر ہم کسی ایسی رفعت کو تسلیم نہیں کرتے جو مدینہ کی عزت پر ہاتھ ڈال کر کسی کی جھولی میں ڈالی جائے۔

جب بھی حج کا موسم آتا ہے تو کچھ لوگ پبلک پوائنٹس (Public Points) اور پرہجوم جگہوں پر خصوصاً، جبکہ گلی محلوں اور مساجد و مدارس میں عموماً چھوٹے کتابچے یا پمفلٹ تقسیم کرتے نظر آتے ہیں جس میں اس بات کا درس دیا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے سفر کرنا حرام و ناجائز ہے (معاذ اللہ) اور جو لوگ حج یا عمرہ کیلئے جاتے ہیں انہیں مدینہ مبارکہ کی حاضری کی نیت نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ غارت کرے ایسے مبلغین کو جو مدینے کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے ہیں اور سادہ لوح لوگ ان کے جبہ و دستار سے مرعوب ہو کر ''آمنا و صدقنا'' کہہ دیتے ہیں۔

دستار کی ہر تار پہ تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

مدینہ طیبہ کے فضائل و مناقب پر لاشمار کتب و جرائد علماءِ سلف و خلف نے تحریر فرمائے ہیں اور بہت سارے علماءِ اسلام نے اپنی دیگر کتب میں مدینہ طیبہ کے فضائل و مناقب پر ابواب قائم کیے ہیں۔ اس سے اسلامیان کی مدینہ مبارکہ سے محبت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

قرآن مجید برہان رشید میں چار مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا ذکر فرمایا ہے۔ احادیث میں مدینہ طیبہ کی فضیلت بیان ہوئی۔ صحابہ کرام کے معمولات میں یہ شامل تھا کہ وہ کہیں جانے سے پہلے اور کہیں سے آنے کے بعد پہلا کام یہی کرتے تھے کہ حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کرتے۔ مدینہ طیبہ کے فضائل کماحقہ بیان کر دینا تو اپنے بس میں نہیں

marfat.com

،البتہ ان لوگوں کے قدموں میں جگہ ضرور چاہتا ہوں جنہوں نے مدینہ مبارکہ کی عزت وحرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔

جس طرح مکہ حرم ہے اسی طرح مدینہ منورہ بھی حرم ہے:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح مدینہ کے مُد اور صاع میں (برکت) کی دعا کرتا ہوں۔(صحیح بخاری رقم الحدیث 1985 صحیح مسلم رقم الحدیث 2422 مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 15851)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں لہذا مدینہ کی دونوں پتھریلی اطراف کے درمیان نہ کسی درخت کو کاٹا جائے اور نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2425)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللهم انی حرمت المدينة كما حرمت به مكة "یعنی اے اللہ! میں نے اسی طرح مدینہ کو حرم قرار دیا جس طرح تو نے مکہ کو حرم بنایا۔(مسند ابی یعلی، جلد: 3، ص: 72، دار القبلة للثقافة الاسلاميه جده۔ مسند احمد بن حنبل، جلد: 1، ص: 318)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مکہ حرم ہے اسی طرح مدینہ بھی حرم ہے مگر دل خون کے آنسو روتا ہے جب ایک حرم کی حرمت کیلئے دوسرے کی بے حرمتی کی جاتی ہے ۔ان احادیث ،اور خصوصاً آخری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے

marfat.com

محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اختیارات عطا فرمائے ہیں، اسی لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! "میں" حرم قرار دیتا ہوں"۔

جس طرح مکہ میں جنتی مقامات ہیں اسی طرح مدینہ میں بھی ہیں:

مکہ مکرمہ میں کچھ مقامات ایسے ہیں جو جنت کا حصہ ہیں اور وہاں سے مکہ کی طرف منتقل ہوئے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "حجر اسود اور مقام ابراہیم، دونوں جنت کے یاقوتی پتھر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو بجھا دیا ورنہ یہ مشرق و مغرب کو روشن کر دیتے"۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث 804 مسند احمد رقم الحدیث 6705)

جس طرح مکہ میں جنتی مقام ہے اسی طرح مدینہ طیبہ میں بھی جنتی ٹکڑے موجود ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا......

"مابین بیتی و منبری روضة من ریا ض الجنة "یعنی میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1120، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2763، سنن نسائی، رقم الحدیث: 688، مسند احمد، رقم الحدیث 15838)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ دونوں شہروں میں جنتی مقامات موجود ہیں۔ مگر نگاہِ عشق و مستی میں مدینہ کے جنتی مقامات مکہ کے جنتی مقامات سے بڑھ کر ہیں۔ وہاں تو دو پتھر ہیں لیکن مدینہ میں پورا باغ ہی جنت کا موجود ہے۔ مکہ کے جنتی مقامات کو خلیل اللہ اور ذبیح اللہ علیہما السلام سے نسبت ہے تو مدینہ کا چمنستانِ جنت حبیب اللہ ﷺ کے قدموں کی دھول پا کر مہکتا ہے۔

مکہ میں زمزم ہے تو مدینہ میں کوثر ہے:

مکہ مکرمہ میں زمزم کا کنواں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام

marfat.com

اوران کی والدہ محترمہ کیلئے ظاہر فرمایا۔اس کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئیں ہیں ۔ہجرتِ نبوی سے قبل حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ آئے اور تین دن کعبۃ اللہ میں رہے، جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تین دن کھانا پینا کہاں سے ہوا؟ عرض کیا''ماکان لی طعام الا ماء زمزم ''یعنی میرا کھانا پینا زمزم کے سوا کچھ نہ تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا''انھا مبارکۃ انھا طعام طعم و شفاء سقم ''یعنی بے شک زمزم بابرکت ہے ،غذا اور بیماری کیلئے شفا ہے۔(صحیح مسلم،رقم الحدیث 4520)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی ماءِ زمزم کو،غذا،شفاء،اور بابرکت فرمایا گیا ہے حتیٰ کہ منافقین اور مسلمین کے درمیان ایک فرق بھی یہ ہے کہ منافقین پیٹ بھر کر زمزم نہیں پیتے۔ (ابن ماجہ)

اگر مکہ میں زمزم ہے تو مدینہ میں حوض کوثر ہے۔فرمانِ نبوی ہے''منبری علی حوضی ''یعنی میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے۔(صحیح بخاری رقم الحدیث 1121 صحیح مسلم رقم الحدیث 2465 مسند احمد رقم الحدیث 6925)

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا وہ حصہ جہاں حضور انور ﷺ کا منبر ہے وہاں حوضِ کوثر موجود ہے جس سے اگر کوئی ایک گھونٹ پی لے تو اسے دوبارہ کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ آب زمزم اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود ایسی تاثیر نہیں رکھتا کہ اسے پینے والا دوبارہ پیاس سے بے نیاز ہو جائے مگر مدینہ کی دھرتی میں حوضِ کوثر کا وہ عظیم چشمہ موجود ہے جس کا ایک گھونٹ پینے سے آدمی پیاس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

مکہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے:

مکہ مکرمہ میں ایک نماز ادا کرنے سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔اس

marfat.com

سلسلہ میں حضرت انس ؓ سے مروی حدیث پاک کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' **صلاته فی المسجد الحرام بمائة الف صلوة** ''یعنی مسجد حرام میں ایک نماز ادا کرنے کا اجر ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 1403)

مدینہ مبارکہ میں ایک نماز کا ثواب ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ:

مکہ میں ایک نماز یا کوئی سی بھی ایک نیکی کرنے سے ایک لاکھ نیکی کرنے کا اجر ملتا ہے اور مدینہ طیبہ میں اگر ایک نماز پڑھی جائے یا ایک نیکی کی جائے تو اس کا اجر ساڑھے تین لاکھ سے بھی زائد درجات تک پہنچتا ہے۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ کیلئے دعا کرتے ہوئے فرمایا'' **اللھم ! اجعل بالمدینة ضعفی ما جعلت بمکة من البرکة** ''یعنی اے اللہ! مدینہ میں مکہ کی نسبت دوگنی برکت عطا فرما۔
(صحیح بخاری رقم الحدیث 1752 صحیح مسلم رقم الحدیث 2432 مسند احمد رقم الحدیث 11999)

مکہ میں ایک نماز ادا کرنے سے ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے جبکہ مدینہ طیبہ میں مکہ مکرمہ سے دوگنا برکتیں ہیں جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ مدینہ پاک میں دوگنا ملا کر تین لاکھ نمازیں بنتی ہیں۔ اور مسجد نبوی کی تخصیص کے ساتھ پیارے آقا ﷺ کا فرمان اقدس ملاحظہ فرمایئے...... حضرت انس ؓ سے مروی حدیث پاک جو اوپر گزر چکی، اس میں حضور انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے'' **صلاته فی مسجدی بخمسین الف صلاة** ''یعنی میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنے کا اجر پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

کچھ دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' میری اس مسجد میں ایک نماز باقی مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے''(بخاری و مسلم)

مت بھولئے! کہ مکہ میں اگر ایک نیکی کا اجر ایک لاکھ درجے ہے تو ایک برائی کا

marfat.com

گناہ بھی لاکھ گناہوں کے برابر ہے۔مگر مدینہ پاک میں ایک نیکی تو ساڑھے تین لاکھ نیکیوں کے برابر ہے مگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے (معاذ اللہ) تو وہ ایک ہی شمار کیا جاتا ہے۔مکہ جس ذات کا گھر ہے وہ تو جبار و قہار بھی ہے اس کی مرضی ہے کہ وہ گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتا ہے یا نہیں مگر دربارِ محمدی میں حاضری پر تو اس نے وعدہ فرمایا ہے ''لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا'' کہ یہاں حاضری دینے والے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔

ایک نہیں ہزار:

مدینہ منورہ میں صرف نماز تک ہی معاملہ نہیں بلکہ روزے اور دیگر عبادات کا اجر بھی ہزار گنا بڑھ جاتا ہے......حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مدینہ منورہ میں ماہِ رمضان (گزارنے) کا ثواب کسی اور شہر کے رمضان سے ہزار گنا افضل ہے، اور مدینہ کا جمعہ دیگر شہروں کے جمعوں سے ہزار درجے بہتر ہے''۔

(معجم کبیر للطبرانی، رقم الحدیث:1144)

مَدِيْنَةُ الرَّسُوْل میں بھی حج کا ثواب:

حضرت حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''جو شخص وضو کر کے میری مسجد (نبوی) میں نماز ادا کرنے کیلئے نکلا اور آ کر نماز ادا کر لی تو اسے حج کے برابر اجر دیا جاتا ہے''۔(الترغیب والترہیب جلد 2 ص 142)

تمام شہروں سے زیادہ محبوب:

مدینہ طیبہ ایک ایسا شہر ہے جو اللہ رب العزت کو تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے، حتیٰ کہ مکہ سے بھی بڑھ کر پیارا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ''اَللّٰهُمَّ اَخْرَجْتَنِيْ مِنْ اَحَبِّ الْبِلَادِ اِلَيَّ فَاسْكِنِّيْ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَيْكَ'' یعنی

marfat.com

اے اللہ تو نے مجھے میرے پسندیدہ شہر سے ہجرت کا حکم دیا ہے اب ایسے شہر کو میری سکونت بنا جو تجھے سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہو۔ (المستدرک للحاکم، ج:3، رقم الحدیث:426)

اس بات میں بھی بھلا کوئی شک ہے؟ کہ رسول اکرم ﷺ کی سکونت کس شہر میں رہی، جی ہاں ! مدینہ طیبہ ہی وہ محبوب شہر ہے جہاں حضور علیہ السلام نے ہجرت کے بعد سکونت اختیار فرمائی اور بلاشک وریب یہی وہ محبوب شہر ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب شہروں سے پیارا ہے۔

مدینہ منورہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے بلکہ اس کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی پیارا ہے۔ یہی وہ شہر بے مثل ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول، تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی فرماتے ہیں۔

میری قبر کی جگہ مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے یعنی مدینہ، اور یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی۔ (موطا امام مالک، رقم الحدیث:988)

کعبہ اور عرش سے بھی افضل:

مدینہ طیبہ کی فضیلت وبزرگی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ تمام علماءِ اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ مدینہ طیبہ کا وہ حصہ جو محبوب علیہ السلام کی آرام گاہ ہے وہ کعبہ وعرش سے بھی افضل ہے جیسا کہ "المواہب اللدنیہ، ج:4، صفحہ:602" پر موجود ہے کہ......

"اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ وہ جگہ جو حضور انور ﷺ کے اعضاء کے ساتھ ملی ہوئی ہے، وہ ساری روئے زمین حتی کہ کعبہ وعرش سے بھی افضل ہے"۔

ممکن ہے کوئی عقل پھرا یہ کہہ دے کہ یہ تو وہ حصہ ہے جو حضور انور ﷺ کے اعضاء جمیلہ کے ساتھ مس ہے، اس سے سارے مدینہ کی فضیلت کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے؟ لہذا آیئے مدینہ مبارکہ کی افضلیت پر خود تاجدارِ مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ کا فرمان اقدس ملاحظہ فرمایئے۔

marfat.com

حضرت رافع بن خدیج ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا
''المدینہ خیر من مکۃ ''یعنی مدینہ، مکہ سے افضل ہے۔
(المعجم الکبیر، ج:4، رقم الحدیث:4450، التاریخ الکبیر للبخاری، ج:1، صفحہ:160)

مکہ سے بڑھ کر مدینہ سے محبت:

آج بعض لوگ بلا وجہ اس بات پر چڑتے ہیں کہ مسلمان، مکہ کا اتنا ذکر نہیں کرتے جتنا مدینہ طیبہ کو یاد کرتے ہیں۔ مدینہ پاک کی محبت کا مومنوں کے دلوں میں راسخ ہو جانا بلا وجہ نہیں ہے، بلکہ خود مالکِ کائنات ﷺ نے اس کی دعا فرمائی، اور خالقِ کائنات ﷻ نے اسے درجہ قبولیت عطا فرمایا۔ حضرت محبوبۂ محبوبِ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کیلئے یوں دعا فرمائی......

''اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد ''یعنی اے اللہ! ہمیں مدینے سے مکے جیسی محبت عطا فرما، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1756، صحیح مسلم، رقم الحدیث:2444 مسند احمد، رقم الحدیث23153)

صاحبانِ دانش کیلئے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مدینہ سے محبت کرنے والے کیوں اس قدر بڑھ کر مدینہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اور یہ سمجھنا بھی بعید نہیں کہ جن کے دلوں میں مدینہ کی محبت مکہ سے کم ہے، ان کا تعلق دعاءِ مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ کتنا اور کیسا ہے۔

مدینہ کے لوگوں سے برائی کرنے والا پگھل جائے گا:

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے مروی ہے کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا'' جو مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ میں) اس طرح پگھلائے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔(صحیح بخاری رقم الحدیث1744 صحیح مسلم رقم الحدیث2458

marfat.com

مسند احمد بن حنبل رقم الحدیث 1476)

اہل مدینہ کو خوفزدہ نہ کیا جائے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ السلام فرماتے ہیں ''جس نے مدینہ والوں کو خوفزدہ کیا اس کو اللہ (قیامت کے دن) خوف زدہ کرے گا''۔

(مسند احمد، ج:4، صفحہ:55-56، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:4265)

اہل مدینہ پر زیادتی کرنے والے پر لعنت:

حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے یوں دعا فرمائی'' اے اللہ! جو مدینہ والوں کو ڈرائے یا ظلم کرے، تو تُو اسے ڈرا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ نہ تو اس کے فرائض قبول فرمائے گا اور نہ نوافل۔

(المعجم الکبیر، ج:7، رقم الحدیث:6636)

شہر مدینہ، میل کچیل کو دور کرتا ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اِنَّھَا طَیِّبَۃٌ ، وَاِنَّھَا تَنْفِی الْخُبُثَ کَمَا تَنْفِی النَّارُ خُبُثَ الْفِضَّۃِ ''یعنی شہر مدینہ، طیبہ ہے، یہ میل کچیل کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث:4223، صحیح مسلم، رقم الحدیث:4980، سنن ترمذی، رقم الحدیث: 2954، مسند احمد، رقم الحدیث 20616)

منبع عطریات:

گذشتہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ مبارکہ کو ''طَیِّبَہ ''فرمایا، جس کا معنی خوشبودار ہے۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

marfat.com

''ایک صاحب وجدان شخص فرماتے ہیں کہ مدینہ پاک کی مٹی میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جو کسی مشک وعنبر میں بھی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ یہ عجائبات میں سے ہے''۔

(مدارج النبوۃ، جلد: 1،ص:30)

مدینہ منورہ، ایمان اور ایمان والوں کی پناہ گاہ ہے:

آج تو لوگ مدینہ جانے سے روکتے ہیں مگر تب ان کا کیا حال ہوگا جب ایمان اور ایمان والوں کو پناہ ہی مدینہ میں ملے گی اور سارا ایمان واسلام سمٹ کر مدینہ پاک میں آجائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا''ان الایمان لیأزر الی المدینة کما تأزر الحیة الی حجرھا ''یعنی بے شک ایمان اس طرح سمٹ کر مدینہ میں چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ کر چلا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1743 صحیح مسلم، رقم الحدیث :210 سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 3102، مسند احمد، رقم الحدیث:7510)

میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں:

زندگی کا لطف وسرور صرف مدینہ پاک کی دھرتی پہ ہی میسر آسکتا ہے جس کی واضح جھلک آپ گذشتہ اوراق میں دیکھ چکے ہیں۔ آیئے مدینہ کی موت کا مزہ بھی لیتے چلیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب اعظم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے...... ''مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ بِهَا، فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِهَا ''یعنی جس کے لئے مدینہ کی خاک میں موت کے پاؤں چومنا ممکن ہو اسے چاہئے کہ یہیں موت کو گلے لگائے، کیونکہ جو مدینہ میں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث 3852، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:3103 مسند احمد، رقم الحدیث:5180)

marfat.com

کون ہے؟ جس کا دل محبوب کی گلیوں میں گھومنے کو نہ چاہتا ہو...... کس کے دل کی تمنا محبوب کے کوچوں کی خاک چھاننے کی نہیں...... کون ہے؟ جو درِ محبوب کا متمنی نہیں ہے۔ اور پھر جب محبوب خود اپنے قدموں میں سر رکھنے کی اجازت دے رہا ہو تو کون ہے جو اس خواہش کے ساتھ موت سے مصافحہ نہیں کرے گا، پھر کیسے زندگی کی تمنا ہو سکتی ہے؟ علامہ اقبال سے کسی نے مدینہ منورہ میں بننے والے ہسپتال کیلئے چندہ مانگا تو آپ نے فرمایا......

دیں اور کو حضور یہ پیغامِ زندگی

میں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

بہت کم لوگ ہیں جنہیں موت کا علم ہوتا ہے، وہ اللہ کی مرضی پر جیتے ہیں تو اپنی مرضی سے مرتے ہیں۔ مگر ہمارے جیسے گناہگار تو جب بھی درِ محبوب پہ سر جھکاتے ہیں، موت کی تمنا ہی کرتے رہ جاتے ہیں، اور بالآخر ذرا تلخی سے موت کو مخاطب کرتے ہوئے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں......

پائے رسول پاک پہ ہے سر جھکا ہوا

ایسے میں آ، اجل تو کہاں جا کے مر گئی

مدینہ کو یثرب کہنا ممنوع ہے:

حضور اکرم ﷺ کی آمد سے قبل مدینہ کو یثرب کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اس کی فضا آلودہ ہوتی تھی جس کی وجہ سے یہ جگہ بیماریوں کا گڑھ بن چکی تھی۔ مگر نبی مکرم ﷺ کی آمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری آلودگیاں ختم فرما کر اسے پرکیف فضاؤں سے معطر فرما دیا۔ اس کے بعد اس کو یثرب کہنے سے ممانعت کر دی گئی اور یثرب کہنے پر توبہ واستغفار کرنے کا حکم ہوا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”من

marfat.com

سمی المدینة یثرب فلیستغفر الله ﷻ هی طابة طابة ''یعنی جس نے مدینہ کو یثرب کہہ کے پکارا وہ اللہ سے استغفار کرے (کیونکہ) وہ طابہ (وبائی امراض سے پاک) ہے، وہ پاک ہے۔ (مسند احمد، جلد:4،ص:285)

جو مدینہ کو یثرب کہتا ہے اسے توبہ کرنی چاہئے اور ایک بار یثرب کہنے کا کفارہ ادا کرنے کیلئے دس بار ''مدینہ، مدینہ'' کہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ''من قال یثرب مرة فلیقل المدینة عشرا ''یعنی جس نے ایک بار یثرب کہا اسے چاہئے کہ دس بار مدینہ کہے۔ (تاریخ کبیر للبخاری ج6 ص217)

قبر انور کی زیارت کیلئے مدینہ کا سفر:

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ رسول مجتبیٰ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرنا معاذ اللہ شرک وحرام ہے، اور اس کیلئے سفر کر کے جانا بھی حرام و گناہ ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کے فرامین، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات اس بارے میں کیا ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''من زار قبری وجبت له شفاعتی ''یعنی جس نے میری قبر (انور) کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(الشفاء للقاضی عیاض، جلد:2 ص:666، سنن دار قطنی، ج:2 ص:531)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' من زارنی بالمدینة محتسباً کنت له شهیدا و شفیعاً یوم القیامة ''یعنی جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہو کر میری زیارت کی، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث 42584 در منثور جلد 1 ص 237)

marfat.com

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من زار قبری او قال من زار نی کنت له شفیعا او شهیدا، ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله تعالیٰ من الآمنین یوم القیامة "یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی، (یا آپ علیہ السلام نے فرمایا) جس نے میری زیارت کی، میں اس کا شفیع یا گواہ ہونگا، اور جو دو حرموں (مدینہ یا مکہ) میں سے کسی میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ایمان والوں میں اٹھائے گا۔

(مسند طیالسی، رقم الحدیث:65، سنن دار قطنی، جلد:2، ص:531، رقم:2657)

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ:

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے طریقہ کار میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دیتے اور سلام عرض کرتے۔ اس کے علاوہ آپ کی دلی تمنا قرب محبوب میں دفن ہونے کی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے لخت جگر سیدنا عبداللہ بن عمر کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینے کیلئے بھیجا، جیسا کہ صحیح بخاری، رقم الحدیث 1305، میں ہے۔ اور جب آپ کو سیدہ کی طرف سے اجازت ملی تو آپ نے فرمایا "مَا کَانَ شَیْءٌ اَھَمَّ اِلَیَّ مِنْ ذَالِکَ الْمَضْجَعِ "یعنی میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اہم کوئی بات نہ تھی۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے خط پر جب حضرت عمر نے لوگوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کا کہا تو آپ نے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر چار رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر روضۂ انور پر حاضر ہوئے اور بارگاہِ قدس میں سلام عرض کیا۔ (فتوح الشام)

حضرت انسؓ کا معمول:

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں میں نے حضرت انسؓ کو دیکھا کہ وہ حضور انور ﷺ کی قبر مقدس پر تشریف لائے، وہاں کھڑے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا میں یہ سمجھا کہ نماز

marfat.com

پڑھنے لگے ہیں۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور چلے گئے۔

(الشفاء للقاضی عیاض، جلد 2 ص:671)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ جو کہ علماءِ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس آتے تو روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیتے اور عرض کرتے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ ''یعنی اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اے ابو بکر آپ پر بھی سلام ہو، اور اے میرے والد (حضرت عمر) آپ پر بھی سلام ہو۔

(مصنف عبدالرزاق جلد 3 ص:576)

شفاء شریف کی روایت کے مطابق حضرت نافع کہتے ہیں ''رأیته مائة مرة واکثر ''یعنی میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سو سے زائد مرتبہ ایسا کرتے دیکھا۔ (الشفاء ج:2 ص:671)

میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

حضرت داؤد بن صالح کہتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان بن حکم آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور انور ﷺ کی قبر انور پر منہ رکھے ہوئے تھا۔ مروان نے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ یہ کہتے ہوا مروان آگے بڑھا، دیکھا تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا ''نعم جئت رسول الله ﷺ ولم ات الحجر ''یعنی ہاں جانتا ہوں کیا کر رہا ہوں، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

(معجم کبیر للطبرانی، رقم الحدیث 3999)

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ:

marfat.com

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنا خط دیکر آپ کو حضرت عمر کی طرف بھیجا تھا۔ آپ فرماتے ہیں میں جمعہ کے روز مسجد نبوی میں پہنچا مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی باب جبریل کے پاس اپنا گھوڑا باندھا پھر مسجد میں آ کر دو رکعت نماز ادا کی پھر روضہ انور پر حاضر ہو کر بارگاہِ نبوت میں سلام عرض کیا، اور پھر خلیفہ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کر کے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(فتوح الشام اردو ص271)

ان روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ روضۂ انور پر حاضری شرک نہیں بلکہ ایمان کا حصہ ہے۔ یہ بدعت نہیں حضور علیہ السلام کے فرامین پر عمل ہے۔ یہ گھڑے ہوئے مفروضے نہیں بلکہ نبی کے صحابہ کا معمول ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ مدینہ میں حاضری نہیں دینی تو ہم اسے ''سلام'' ہی کہہ سکتے ہیں۔

مدینہ طیبہ، نہ جانے والوں کیلئے عبرت:

جو لوگ مدینہ منورہ میں حاضری نہیں دیتے، انہیں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان اقدس ہے ''مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي'' یعنی جس نے حج کیا مگر میری زیارت کیلئے نہیں آیا اس نے میری ساتھ بے وفائی کی۔ (شواہد الحق، للنبہانی، صفحہ:82)

قابل غور:

اولیاء کرام کا طریقہ ہوا کرتا تھا کہ جب حج کیلئے جاتے تو مدینہ منورہ میں حاضری دیئے بغیر واپس آتے اور پھر دوبارہ مدینہ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے دوبارہ سفر کرتے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کیلئے سفر کیا تو ہر قدم پر دو دو رکعت

marfat.com

نماز پڑھی حتی کہ 12 سال میں مکہ پہنچے اور فرمایا یہ کوئی عام دنیا کے بادشاہ کا در تھوڑی ہے کہ یک بارگی چلے آئیے۔ جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو مدینہ طیبہ حاضری دیئے بغیر واپس آ گئے اور فرمایا یہ ادب نہیں کہ حج کرنے آؤ اور بہانے سے مدینہ کا چکر لگالو۔ پھر آپ آئندہ سال صرف مدینہ کی حاضری ہی کیلئے تشریف لے گئے۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ 118-117)

مگر افسوس ہوتا ہے جب لوگ مکہ جا کر بھی مدینہ کی حاضری سے محروم رہتے ہیں، اور ان لوگوں پر بھی افسوس کی حد نہیں جو مدینہ منورہ کی حاضری سے منع کرنے کو ہی دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کی فضیلت اور وہاں کی روحانی برکات کا مختصر بیان آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ بلاتفریق دعوتِ فکر دی جاتی ہے دردمندان کو کہ خدارا کسی صاحبِ جبہ و دستار کی پرواہ کرنے کی بجائے نبی محترم ﷺ کے خادمین میں اپنا نام لکھواؤ۔ اگر حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام قبول ہو گیا تو "یہ دنیا بھی تیری ہے، وہ دنیا بھی تیری ہے"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حلاوت ایمان

نوٹ: یہ مضمون ماہنامہ بہار اسلام کے ماہِ رجب المرجب 1431ھ کے شمارے میں شائع ہوا۔اس کو تحفظ ناموس رسالت اور محبت رسول ﷺ کے حوالے سے خصوصی طور پر ترتیب دیا گیا۔

marfat.com

وہ شخص قسمت کا دھنی ہے جسے ایمان کی دولت نصیب ہو جائے، مگر میں اس سے کچھ آگے کی بات کہنا چاہتا ہوں میری اس بات کو نہ تو دیوانے کی بڑ کہا جائے اور نہ مبالغہ آمیزی پر محمول کیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ دولت ایمان دنیا و مافیہا سے بہتر نہیں، بہترین ہے مگر یقین کیجئے کہ قسمت اس آدمی کے گھر کی لونڈی بن جاتی ہے جسے ''ایمان کی حلاوت'' نصیب ہو جائے۔ ایمان پانے والے ایمان پا لیتے ہیں، مگر اس کی حلاوت کو......؟؟؟ پانے والے نہیں پا سکتے ...... چاہنے والوں کیلئے حصول مشکل ہے اور مانگنے والوں کیلئے مقدر کا غنی ہونا شرائط میں سے ہے...... ایمان قسمت والوں کو ملتا ہے...... مگر...... حلاوتِ ایمان والوں کو قسمت مل جاتی ہے ...... ایمان مقدر والوں کو ملتا ہے...... مگر خود مقدر......؟؟؟ یہ حلاوتِ ایمان پانے والوں کا طواف کرتا ہے...... ایمان عقل و فکر کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے...... مگر حلاوتِ ایمان پانے کیلئے...... عقل و سمجھ سے بھی گزر جانا پڑتا ہے۔ شاید...... نہیں...... یقیناً قلندر لاہوری علامہ اقبال کے فرمان کا اشارہ اسی طرف ہے......

گزر جا عقل سے آگے، کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے

جنہیں حلاوت ایمان کی چاہت ہو وہ عقل سے نہیں سوچتے بلکہ ان کی سوچ کے پیمانے کچھ اور

marfat.com

ہوتے ہیں۔انہیں کسی کی فکر غمزدہ نہیں کرتی بلکہ وہ ''کسی اور'' کی فکر میں گم ہوتے ہیں۔

ایمان سبھی کو مل سکتا ہے مگر حلاوتِ ایمان......؟؟؟ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے..

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ...... تین چیزیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت کو پایا ہے...... اَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ......اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو...... وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ ...... حلاوت ایمان پانے کی دوسری شرط یہ ہے...... کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے...... وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ...... اسے ایمان لے آنے کے بعد کفر میں لوٹ جانا ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں پھینکا جانا اسے ناپسند ہے۔(1)

حلاوت ایمان پانے کیلئے تین چیزیں شرط ہیں...... مگر ان تین چیزوں کی بھی جان ایک چیز ہے اگر وہ ایک میسر ہو تو باقی خود ہی محبوب ہو جاتی ہیں...... یعنی اگر اسے تھری اِن ون (Three in one) کہا جائے تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔اور یہ ایک چیز ''محبت محبوب اعظم ﷺ'' ہے۔جسے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہو تو حبِ خدا پر دلیل ہے...... نہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیجئے...... ان کا فرمان دعوت فکر لئے ہوئے آوازے کس رہا ہے...... صدیق اکبر کو کسی نے ''خليفة الله'' (اللہ کا خلیفہ) کہہ کر پکارا...... تو حلاوت ایمان پانے والے اس قلندر کی آوز گونجی...... اور کفر و شرک کے علمبرداروں کی بنیادوں کو دہلا دیا...... ملاحظہ کیجئے......

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پکارنے والے کو جواب دیا...... جواب کیا ہے؟...... حب اللہ کی شیرینی کانوں میں رس گھولتی ہے...... فرمایا...... اَنَا خَلِيفَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا رَاضٍ بِهٖ ...... میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور اسی پر راضی ہوں۔(2)

کیا سمجھے......؟؟؟...... حب رسول ﷺ ہی حب اللہ ہے...... جس نے محبوب اللہ ﷺ کو چاہا

marfat.com

......اسے وحدہٗ لاشریک نے صدیق اکبر بنایا......مزید تشفی کیلئے حیدر کرّار سے بات کر کے دیکھ لیجئے......ان کا نظریہ بھی کچھ ایسا ہی ہے......یا شاید اس سے بھی بڑھ کر......فیصلہ آپ کے ہاتھ میں......اس وقت میرے ہاتھ میں......امیر المؤمنین فی الحدیث الحافظ الامام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف......صحیح بخاری...... جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ ......(کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب)......کہا جاتا ہے......جلد تو اول ہے......حدیث نمبر حاشیہ میں دیکھ لیجئے گا......بس عقیدہ اور ایمان نوٹ کیجئے......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حلاوتِ ایمان کیسی ہے......چکھ کے دیکھتے ہیں......

صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا جا رہا ہے، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کاتب رسول ﷺ ہیں۔ سہیل بن عَمر و مشرکوں کا نمائندہ بن کے آیا ہوا ہے۔ کاتب رسول ﷺ و رضی اللہ عنہ نے معاہدہ لکھنا شروع کیا......ابھی بسم اللہ ہی لکھی تھی کہ مباحثہ شروع ہو گیا......سہیل بن عمرو بولا......اے محمد (ﷺ) ہم ''رحمٰن'' کو نہیں جانتے لہذا یہاں سے ''رحمٰن'' (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کاٹ کر ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' لکھوایئے......حضور ﷺ نے فرمایا......اے علی کاٹ دو......اور باسمك اللهم لکھ دو......حضرت علی نے کچھ پس و پیش کے بعد کاٹ دیا......اور باسمك اللهم لکھ دیا......اس کے بعد کیا ہوا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیئے......

فَكَتَبَ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ"......حضرت علی نے (بسم اللہ کے بعد) محمد رسول اللہ ﷺ لکھا......فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لَا تَكْتُبْ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" ......مشرک بول اٹھے......محمد رسول اللہ ﷺ مت لکھو......لَوْ كُنْتَ رَسُوْلًا لَنْ نُقَاتِلَكَ......اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو جھگڑا کیسا؟......حضور ﷺ نے فرمایا......علی! کاٹ دو......بابِ علوم نبویہ بولے......عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ......مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَمْحَاهُ

marfat.com

......خدا کی قسم ہے علی کے ہاتھوں میں آپ ﷺ کا نام مٹانے کی سکت نہیں (3)

فیصلہ کیجئے ...... حبیب ﷺ کو حبیب بنا لینے والوں کو اللہ رب العزت نے ''صدیق اکبر'' اور ''اسد اللہ (شیر خدا)'' بنایا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی ایک اصل چیز ہے باقی تو سب فروعات ہیں ۔ وہ اصحاب رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم جنہوں نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ حضور ﷺ کے نام لگا دیا ...... خود کو مومن بھی کیا تو صرف اسی لئے کہ نبی محترم ﷺ ہادی بن کر تشریف لائے ...... خود کو حضور ﷺ کی محبت میں گروی رکھ دیا ...... وہ لوگ تو اپنا سب کچھ لٹا کر ہشاش تھے...... خود کو مٹا کر بھی بشاش تھے۔

حلاوت ایمان مزید چکھنی ہو تو آستانہ عثمانی بھی کھلا ہے......

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مشرکوں نے پابندی لگا دی کہ اس سال رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیر رسول ﷺ بن کر حرم کعبہ میں گئے تو اہل مکہ نے وہی کہا جو فیصلہ کر چکے تھے۔ تاہم رواداری برتتے ہوئے کہنے لگے......

اے عثمان تم چونکہ آ گئے ہو...... ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں...... کعبہ کا طواف کر لو...... آب زم زم سے دل ٹھنڈا کر لو...... زیارت حرم سے آنکھیں برف کر لو...... مگر؟؟؟...... مگر تمہارے محبوب ﷺ کو آنے نہیں دیں گے...... عاشق زار بول اٹھا...... بے اختیار بول اٹھا...... بلکہ دل کا اقرار بول اٹھا...... مَا کُنْتُ لاطوف بِہٖ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ (4)...... میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک میرے محبوب رسول اللہ ﷺ اس کا طواف نہیں کر لیتے۔

اللہ اکبر! خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلایئے......

وہ کیا تھا......؟؟؟...... جس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ''خلیفۃ اللہ'' کہلوانے سے روک دیا خدارا بتایئے......

marfat.com

وہ کیا تھا......؟؟؟......جس نے علی المرتضی سے "رحمٰن" تو کٹوا دیا مگر "محمد رسول اللہ ﷺ" پر خط کھینچتے وقت ہاتھوں کی قوت سلب کر لی......

وہ کیا تھا......؟؟؟......جس نے ذوالنورین کو طواف کعبہ کی سعادت حاصل کرنے سے منع کر دیا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ...... قسم ہے آپ کو کلمہ طیبہ کی......اتنا ضرور بتانا کہ ایمان کیا ہے اور شرک کس کو کہتے ہیں؟......کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک سے توبہ کر کے بھی (معاذ اللہ) مشرک ہی رہے......کوئی ہے جوان مردان حق پرست پر شرک کا فتویٰ ٹھونسے (العیاذ باللہ)......کس کی ہمت ہے جو اِن کو بدعتی یا شخصیت پرست کہے......نہیں نہیں......کسی کی یہ ہمت نہیں ہو سکتی......کوئی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا......ہاں ہاں......کوئی بھی اپنے ایمان کا دشمن نہیں بن سکتا......کوئی بھی خود کو جہنم کے حوالے کرنے کا روادار نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ کرام نے ایسا کیوں کیا......خود کو رسول اللہ ﷺ سے کیوں منسوب کیا......اپنی نسبت اللہ سے ہٹا کر رسول اللہ ﷺ سے کیوں جوڑی......مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے ناطہ نہیں توڑا...... بلکہ اصل میں جوڑ لیا ہے......وہ اللہ سے دور نہیں ہوئے...... بلکہ اس کے قرب خاص کے مکیں ہو گئے ہیں......وہ ایمان تھا اور یہ حلاوتِ ایمان ہے......اللہ فرماتا ہے......مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (5)......جس نے محبوب ﷺ اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی......جس نے محبوب ﷺ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی......جس نے پیارے ﷺ کو راضی کیا اس نے اللہ کو راضی کر لیا......جسے نبی محترم ﷺ کی محبت مل گئی اسے حلاوتِ ایمان نصیب ہو گئی......خود کو مٹا دینے والوں نے حلاوتِ ایمان کو پالیا......حضرت ﷺ سے محبت والفت ہی ایمان کی اصل اور جان ہے......

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ

marfat.com

ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا...... کَیۡفَ کَانَ حُبُّکُمۡ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ...... آپ لوگ رسول اللہ ﷺ سے کیسی محبت رکھتے تھے؟...... فرمایا...... کَانَ وَاللّٰہِ اَحَبَّ اِلَیۡنَا مِنۡ اَمۡوَالِنَا وَاَوۡلَادِنَا وَآبَآئِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَمِنَ الۡمَآءِ الۡبَارِدِ عَلَی الظَّمَأ...... اللہ کی قسم! آپ ﷺ ہمیں ہمارے مال، اولاد، ماں باپ، اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔(6)

سخت پیاس کے وقت پانی نہ ملے تو جان کا خطرہ ہوتا ہے...... بلکہ سسک سسک کر مرنے کا خوف ہوتا ہے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مثال دینا گویا استعارے پر مبنی ہے...... آپ حقیقت میں یوں فرما رہے تھے کہ...... حضور ﷺ تو ہمیں ہماری جانوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ اور یہی ''حلاوت ایمان'' ہے۔ اسی کو اصل ایمان کہا جاتا ہے۔

یہاں حلاوت ایمان پانے والے ایک مرد مجاہد کا واقعہ بے محل نہیں ہے......

حضرت زید بن دِثنہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جانے لگا...... مکے کی سرزمین ہے...... محبوب ﷺ سے کوسوں میل دور یہ عاشق زار...... موت سامنے رقص کر رہی ہے...... چند ثانیے باقی ہیں موت کی آغوش میں جانے میں...... ایسے حالات میں ابوسفیان پوچھتا ہے...... اَنۡشُدُکَ اللّٰہَ یَا زَیۡد...... اے زید تجھے اللہ کی قسم ہے (سچ سچ بتا)...... اَتُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا (ﷺ) اَلۡاٰنَ عِنۡدَنَا مَکَانَکَ...... کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہمارے پاس ہوتے...... وَیُضۡرَبُ عُنُقُہٗ وَاَنۡکَ فِیۡ اَھۡلِکَ...... اور ہم تمہاری جگہ (معاذ اللہ) انہیں قتل کرتے اور تم اپنے اہل وعیال میں خوش باش ہوتے...... یہ سوال کیا تھا

marfat.com

ایک نشتر تھا جو ان کے سینے میں پیوست ہو گیا...... ایک تیر تھا جو دل کے پار ہو گیا...... فوراً پکار اٹھے...... واللہِ...... اللہ کی قسم (تم تو یہ کہتے ہو کہ وہ یہاں ہوتے)...... مَا اُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ اَلْآنَ فِیْ مَکَانِہٖ الَّذِیْ ھُوَ فِیْہٖ...... مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت جہاں تشریف فرما ہیں وہیں ہوں...... تُصِیْبُہٗ شَوْکَۃٌ تُؤْذِیْہٖ وَاِنِّیْ جَالِسٌ فِیْ اَھْلِیْ ...... اور انہیں کوئی کانٹا چبھے جس سے انہیں اذیت پہنچے اور میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا رہوں۔ (7)

یہ حلاوتِ ایمان والے تھے...... یہ سچے محبِ رسول ﷺ تھے...... جنہوں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ناموس مصطفیٰ کا تحفظ کیا...... اینٹ کا جواب پتھر سے دیا...... یہ ان کا جذبہ محبت تھا کہ ابوسفیان کو بھی کہنا پڑا...... مَارَأَیْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا ...... میں نے لوگوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں دیکھا...... یُحِبُّ اَحَدًا ...... جو کسی سے ایسی محبت کرے...... کَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا ...... جیسی محبت محمد ﷺ کے صحابی محمد ﷺ سے کرتے ہیں (8)

اے لوگو! سن لو عشق کا دعویٰ کرنا آسان ہے مگر...... عاشق وہ ہے جس کے عشق کی گواہی تپتے سورج کی تلخ شعائیں بھی دیتی ہوں اور سرد چاند کی ٹھنڈی کرنیں بھی...... جس کی محبت کا گواہ صبحِ تازہ دم کا سحر بھی ہو اور شام کو پھیلتا ہوا ملگجا اندھیرا بھی...... جس کے عشق کا شاہد آدھی رات کا سکوت بھی ہو اور سلگتی دوپہر کی خاموش تنہائی بھی...... آسمان کے ستارے جس کے سونے کے انتظار میں بجھ جاتے ہوں...... اور آفتاب جس کے سکون کی راہیں تکتا پچھم میں روپوش ہو جاتا ہو...... ہاں ہاں یہ سب گواہ ہیں انکے عشق کے جنہوں نے ناموس حبیب ﷺ پر لفظ تو کیا حرف بھی نہیں آنے دیا...... جو ایک لمحے کیلئے بھی اپنے محبوب ﷺ کے حق سے دستبردار ہو جانا روا نہیں جانتے......

marfat.com

دورِ فاروقی میں ایک لشکر روم کی جانب لڑنے کیلئے بھیجا گیا جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے...... وہاں گرفتار ہو گئے...... ادھر کے باشندے انہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے...... اور کہا...... اِنَّ ھٰذَا مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ (ﷺ)...... یہ محمد کے ساتھیوں میں سے ہے...... بادشاہ بولا...... ھَلْ لَّكَ اَنْ تَتَنَصَّرَ وَاُعْطِيْكَ نِصْفَ مِلْكِيْ...... کیا تجھے پسند نہیں کہ تو نصرانی مذہب قبول کر لے اور میں تجھے اپنی آدھی سلطنت دے دوں...... دین محبوب ﷺ کو چھوڑنے بات ہوئی تھی...... عاشق کیسے برداشت کرتا...... خود کو کیسے روکتا جس نے حلاوت ایمان پائی تھی...... فوراً سے پہلے گرج دار آواز میں کہا...... لَوْ اَعْطَيْتَنِىْ جَمِيْعَ مَا تَمْلِكُ...... ارے محبت کے اندھے تو آدھی سلطنت کی بات کرتا ہے...... اگر تو مجھے اپنی ساری مملکت بھی دے دے...... بلکہ تیری سلطنت کیا حیثیت رکھتی ہے...... وَجَمِيْعَ ملكِ الْعَرَبِ...... تو مجھے سارا عرب بھی دے دے...... مَا رَجَعْتُ عَنْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ ﷺ طَرْفَةَ عَيْنٍ...... میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی دین محمدی ﷺ سے دستبردار نہیں ہو سکتا...... مقام غور ہے...... دین اسلام بھی کہا جا سکتا تھا...... دین الٰہی بھی کہہ دیتے تو غلط کیا تھا...... دین حق بھی فرماتے تو درست تھا...... مگر دین محمد ﷺ کہا......؟؟؟...... ہم محمد ﷺ سے رشتہ کیسے توڑ سکتے ہیں...... ہم ان کا دامن کیسے چھوڑ سکتے ہیں...... ہم نے تو خدا کو خدا بھی مانا ہے تو محبوب کے کہنے پر...... ہم اس کی بارگاہ میں جھکتے ہیں تو انہیں کے کہنے پر...... ہم اس کی مالا جپتے ہیں تو آقا کے فرمان پر...... کسی نے کیا ترجمانی کی ہے......

میرے مولا تو خالق ہے میرا سچا مالک ہے رازق ہے میرا
اس لئے میں تجھے مانتا ہوں کہ تو میرے نبی کا خدا ہے

بات دور نکل گئی حلاوت ایمان پانے والے نے جواب دیا...... محبوب کو چھوڑنے سے انکار کر دیا

marfat.com

......بادشاہ بولا...... اذاً اَقْتُلُكَ ...... پھر تو میں تجھے قتل کردوں گا...... جواب ملا اجازت ہے ...... صلیب پر لٹکا دیا...... حکم دے دیا کہ اس کو تیر مارو...... نصرانی تیر مارتے رہے...... دشمنان رسول برستے رہے...... بادشاہ اپنی پیش کش دوہراتا رہا...... عاشق اپنے محبوب ﷺ کے تصور میں ڈوبا رہا...... محبت جیت گئی ...... دولت ہار گئی ...... سولی سے اتارنے کا حکم دیا...... مگر ...... ابھی محبت کے امتحان اور بھی ہیں ...... بادشاہ نے بڑا برتن منگوایا...... اس میں پانی گرم کیا...... پانی ابلنے لگا...... دو مسلم قیدی منگوائے ...... ایک کو ابلتے پانی میں پھینکنے کا حکم دیا...... حکم کی تعمیل ہوئی ...... مسلمان نے شہادت کا رتبہ پایا...... بادشاہ نے اپنی پیش کش دہرائی ...... جواب نہ میں آیا تو...... ان کو بھی ابلتے پانی میں ڈالنے کا حکم دیا...... حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ رونے لگے...... فَظَنَّ اَنَّهٗ قَدْ جَزِعَ ...... بادشاہ سمجھا مسئلہ حل ہو گیا...... محبت کا بھوت اتر گیا...... واپس بلا لیا...... پیش کش دہرائی ...... جواب انکار میں ملا...... حیرانی ہوئی ...... پریشانی ہوئی...... مَا اَبْكَاكَ ؟ ...... پوچھا پھر روئے کیوں...... فرمایا...... سوچ رہا ہوں کہ محبوب پر قربان ہونے کا وقت آیا تو صرف ایک جان...... فَكُنْتُ اَشْتَهِىْ اَنْ يَّكُوْنَ بِعَدَدِ شَعْرِىْ اَنْفُسٌ ...... میں تو چاہتا تھا میرے بالوں کے برابر میری جانیں ہوں...... اور میں ان کو اللہ و رسول ﷺ کی خاطر قربان کردوں (9)...... ان کے دین پر فدا کردوں ...... ان کی شان پر صدقہ کردوں...... ان کی ناموس پر نثار کردوں......

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
تیرے نام پر سب کو وارا کروں میں

بلکہ یوں کہیئے......

کروں تیرے نام پہ جان فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

marfat.com

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

بلکہ جان فدا کر کے بھی کوئی احسان نہ ہوا......

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان دے کر بھی معافی کا خواستگار ہوں...... میری تو کوئی چیز بھی نہیں...... جو محبوب پر نثار کرتا...... جو میں ان کے قدموں پر ڈھیر کرتا...... ان کے نعل پاک پر فدا کرتا...... آقا میں شرمندہ ہوں...... میری ایک بھی چیز نہیں جو حضور کی بارگاہ میں پیش کرسکوں......

کیا پیش کروں آقا کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے

یہ حلاوت ایمان ہے...... یہ ایمان کی جان ہے...... یہ حیات کی پہچان ہے...... یہ محبوب سے ملاقات کا سامان ہے۔

اے ملت اسلامیہ کے نوجوانو! اے صحابہ کے جانشینو! ایمان تو اللہ نے دے دیا ہے اب حلاوت ایمان کو حاصل کرو...... دل کو یاد نبی ﷺ سے معمور کرلو...... اور جان کو اللہ کے محبوب ﷺ پر نثار کردو...... اس کے محبوب ﷺ پر قربان ہوجاؤ......

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

آج ہم لوگوں کے پاس ایمان تو ہے مگر حلاوتِ ایمان کی بڑی کمی ہے...... یہی وجہ ہے کہ ہمارے ٹکڑوں پہ پلنے والے ناہنجار کتے ہمارے آقا ﷺ کی شان میں بھونکتے ہیں...... کہاں گیا وہ وراثت میں ملا ہوا جذبۂ فاروقی؟...... کدھر گئی وہ للکار حیدری؟ جو سینہ بہ سینہ ہمیں منتقل

marfat.com

ہوئی تھی ...... کہاں گئے وہ دلدوز اور دلخراش نعرے جن کی گرج سے باطل کانپ اٹھتا تھا......

ہاں ہاں وہی نعرے......اور وہی بندۂ مومن......

لگاتا تھا وہ جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا

حکم دریا کو دیتا تھا تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

خدارا! جاگ جاؤ! تمہیں صداقت ابوبکر کی قسم ہے، اٹھ جاؤ...... تمہیں غیرت فاروقی کی قسم ہے، سنبھل جاؤ...... تمہیں للکارِ حیدر کا واسطہ، بستر لپیٹ دو...... تمہیں شجاعت حسن و حسین کی قسم ہے، یہ سستی کا وقت نہیں...... چادر بتول کا واسطہ...... خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ...... عفت عائشہ کا واسطہ...... اپنی جماہیاں روک لو...... کیا ہم ابھی تک سوئیں رہیں گے...... ہمارے سامنے ہمارے آقا ﷺ کی شان میں بے ادبیاں ہوں ...... آخر ہم اتنے مجبور اور بے بس کیوں ہو گئے ہیں...... نائن الیون سے لیکر آج تک نبی اکرم ﷺ کو کتنا سکون ملا ہوگا یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

فلسطین میں خونِ مسلم بہتا رہا...............اور ہم خاموش رہے۔

ہمارے حکمران اسرائیل کو تسلیم کرتے رہے............اور ہم خاموش رہے۔

کشمیر آگ میں جلتا رہا............اور ہم خاموش رہے۔

ہمارے حکمران بھارت سے ہجولی کھیلتے رہے............اور ہم خاموش رہے۔

افغانستان پر آگ اور بارود کی بارش ہوتی رہے............اور ہم ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگاتے رہے۔

عراق کے عوام کو تہہ تیغ کیا گیا............اور ہم خاموش رہے۔

ابوغریب جیل میں مسلم بہنیں مدد کو پکارتی رہیں......اور ہم روشن خیالی کے داعی بنے رہے۔

وہ درندگی کے خوف سے موت مانگتی رہیں............اور ہم زندگی کی خوشیاں مناتے رہے۔

marfat.com

مقدس مقامات کی بے حرمتی کی گئی..........اور ہم اعتدال پسند بنے رہے۔

گوانتانا موبے میں قرآن کی عزت کو تہہ وبالا کیا گیا..........اور ہمیں پر امن رہنے کی تلقین کی جاتی رہی۔

18 اکتوبر کا زلزلہ وارننگ دینے آیا تو ہم نے اسے بھی سائنسی تحقیق کے مطابق پلیٹوں کی تبدیلی قرار دیا۔(10)

اوراب......؟؟؟......اوراب ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں شروع ہو گئیں ......ان کی ناموس پر حملے شروع ہو گئے ......ان کے گستاخانہ خاکے بنائے جانے لگے...... کارٹون بنائے جانے لگے......اور ہم......؟؟؟......کیا اب بھی ہم خاموش بیٹھیں......کیا اب بھی کسی بات کا انتظار ہے......زمین پھٹنے کا انتظار ہے یا آسمان ٹوٹنے کا......

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیغام تمہیں چیخ چیخ کر دعوت فکر دے رہا ہے...... جب ان کے جسم پر بارہ زخم نیزے کے لگے ہوئے تھے......ستر زخم ان کے علاوہ تھے......جسم زخموں سے چور تھا......سینہ چھلنی تھا......مگر سینے کے اندر کچھ تھا......جس نے آواز دی......اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ لوگوں کو پیغام پہنچایا...... أخبر قومك......اے ابی قوم (مسلمانوں) کو میرا پیغام دے دے...... انه لا عذر لهم عند الله ان قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم وواحد منهم حی......اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہوا......اور ان کی شان میں بے ادبی ہوئی......اگر ان کی ناموس پر حملے ہوئی......اگر ان کی شان میں تنقیص کی گئی......اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ بچا......تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر بھی قابل قبول نہ ہوگا۔(11)

اس جان نثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز صرف عرب کے صحابہ کیلئے نہ تھی ...... بلکہ ہر اس بندے کیلئے پیغام ہے......جس کو مسلمان کہا جاتا ہو......اے مسلمانو...... غیرت ایمانی کا امتحان آ گیا......

marfat.com

سن لو...... گستاخان رسول مرنے نہ پائیں ...... بلکہ مار دیئے جائیں ...... گستاخوں کو ان کے انجام تک پہنچاؤ...... رب کعبہ کی قسم ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے گستاخ اپنی طبعی موت مر گئے تو خدا ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اور شاید ہم بھی اپنے آپ کو معاف نہ کر سکیں۔

حوالہ جات

(1)...... صحیح بخاری، حدیث نمبر: 15

۲...... صحیح مسلم، حدیث نمبر: 60-61

۳...... جامع ترمذی، حدیث نمبر: 2548

۴...... سنن النسائی، حدیث نمبر: 4901-4902-4903

۵...... سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 4023

۶...... مسند احمد، حدیث نمبر: 12321-12304-11564-2428

(2)...... تاریخ الخلفاء عربی للسیوطی، ص: 64-65

(3)...... صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2500

۲...... صحیح مسلم، حدیث نمبر: 3335

۳...... مسند احمد، حدیث نمبر: 17823

۴...... سنن الدارمی، حدیث نمبر: 2395

(4)...... الشفاء، جلد: 2، ص: 594

۲...... البدایہ والنہایہ، جلد: 4، ص: 167

۳...... تاریخ طبری، جلد: 2، ص: 121

marfat.com

۴......تفسیر ابن کثیر، جلد:4، ص:187

(5)......القرآن، سورۃ: النساء، آیت نمبر:80

(6)......الشفاء، جلد:2، ص:568

۲......المواہب اللدنیہ، جلد:3، ص:277

۳......شرح الشفاء للقاری، جلد:2، ص:42

(7)......الشفاء، جلد:2، ص:570

۲......البدایہ والنہایہ، جلد:4، ص:65

۳......اسد الغابہ، جلد:2، ص:108

(8)......الشفاء، جلد:2، ص:570

(9)......سیر اعلام النبلاء، جلد:2، ص:14

(10)......تحفظ ناموس رسالت (مجموعہ مضامین) ص:35

(11)......مؤطا امام مالک، جلد:2، ص:465

۲......الاستیعاب لابن البر، جلد:1، ص354-353

۳......الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد:3، ص:59

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

اہل وعیال

پر خرچ کرنا

ایک

عظیم عبادت

نوٹ: یہ مضمون ماہنامہ بہار اسلام کے ماہِ شوال المکرّم 1429ھ کے شمارے میں شائع ہوا۔

marfat.com

’’وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ‘‘اور ہم نے جنوں اورانسانوں کوفقط اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ (الذاریات آیت نمبر56)

خالق کائنات کے اس فرمان سے پیدائش انسان کا مقصد واضح ہوتا ہے کہ انسان کو کیوں پیدا کیا گیا؟ اس لئے کہ وہ اللہ کی عبادت کر سکے یاد رہے کہ عبادت کا مدار و مرکز صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہی نہیں (جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے) بلکہ انسانی دلچسپی کے جتنے بھی امور ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت کے ساتھ کسی نہ کسی طریقے سے ضرور منسلک فرمایا ہے۔ انہی امور میں سے ایک رزقِ حلال کیلئے کوشاں رہنا اور اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنا بھی ہے۔

بچوں پر خرچ کرنا اجر عظیم ہے: اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا تو اس کا وبال اس پر ضرور آئے گا مگر بیوی، بچوں کے نان و نفقہ اور ان کی دیگر ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اگر وہ رزقِ حلال کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے تو اس کی عبادت میں شک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے بچوں پر خرچ کرنے سے ابتدا فرمائی۔ اور اجر کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر اجر عظیم والا کون ہوگا جو اپنے معصوم بچوں پر خرچ کرنے کیلئے تگ و دو کرتا ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر:1889، مسند احمد، حدیث نمبر21416 تنبیہ الغافلین مترجم، جلد:2، صفحہ:44)

اجر ہمیشہ عبادت پر ہی ملا کرتا ہے اور بچوں کے خرچ کیلئے کوشاں شخص کو اجر عظیم کا ملنا

marfat.com

اس کے خصوصی عبادت ہونے کی علامت ہے۔

بچوں کے تعلیم وتربیت کیلئے کمانا جہاد ہے: حضرت ایوب ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان وہاں سے گزرا جس کی جوانی اور طاقت وقوت نے صحابہ کو تعجب میں ڈال دیا (وہ نوجوان محنت مزدوری کیلئے جارہا تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے'' کاش یہ طاقت و جوانی راہِ خدا میں صرف ہوتی'' رسول کریم ﷺ نے سنا تو ارشاد فرمایا صرف غزوہ و جہاد میں شامل ہونے والا ہی راہِ خدا میں نہیں بلکہ جو شخص اپنی دیکھ بھال، والدین کی خدمت اور بچوں کی پرورش وتربیت کیلئے روزی تلاش کرنے کیلئے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے ہی) جاتا ہے۔ البتہ جس کی کوششیں محض حصول مال و دولت اور خزانے سمیٹنے کیلئے ہوں وہ شیطان کے راستے پر ہوتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین مترجم، جلد:2، صفحہ:44)

ارباب فکر ودانش! غور فرمائیں کہ ایک شخص اپنے قریبی رشتوں کو بالائے طاق رکھ کر اور خود اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کے میدان جنگ میں کودتا ہے اور درجنوں زخموں کی ٹیسیں سہتا ہوا جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اور دوسرا اپنے والدین کی زیارت بھی کرتا ہے بیوی کو دیکھ کر آنکھیں اور بچوں کو دیکھ کر کلیجہ بھی ٹھنڈا کرتا ہے۔ اور کسب حلال کیلئے نکلتا ہے تا کہ بچوں پر خرچ کر سکے۔ محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں یہ نہ سمجھو کہ جہاد کرنے والا صرف وہی ہے جو میدانِ جنگ میں حاضر ہوا بلکہ وہ بھی جہادی ہے جو دولت کمانے نکلتا ہے مگر اس کی نیت بیوی، بچوں کا خرچ پورا کرنا ہوتی ہے۔

افضل ترین روپیہ کونسا ہے؟: حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے

marfat.com

جس سے تم نے غلام خرید کر آزاد کیا، اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے مسکین پر صدقہ کر دیا، اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ ان سب میں سے زیادہ ثواب والا دینار وہ ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر :1660، جامع ترمذی، حدیث نمبر :1889، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر :2750 مسند احمد، حدیث نمبر 21346/21372/21416/9786/9736، ریاض الصالحین عربی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، صفحہ :128)

اس کا قرض اللہ تعالیٰ ادا کرے گا: حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے قرض کا ضامن بن جاتا ہے جو تین کاموں کیلئے قرض لیتا ہے۔

(1) وہ شخص جو فسق و فجور میں مبتلا ہونے کے خوف سے نکاح کرنے کی غرض سے قرضہ لے اور پھر اسے ادا نہ کر سکے اور قرض کا بوجھ لے کر ہی دنیا سے چل بسے ایسے شخص کے قرض کی ضمانت اللہ اپنے ذمہء کرم میں لے لیتا ہے اور قیامت کے دن اس کا قرض ادا فرما دیگا۔

(2) وہ شخص جو مسلمانوں کی مدد و نصرت کیلئے جہاد میں جانے کی غرض سے قرض لے اور پھر ادا نہ کر سکے تو اللہ اس کا قرض ادا فرمائے گا۔

(3) وہ شخص جو میت کی تجہیز و تکفین کیلئے قرض لے اور پھر ادا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قرض خواہ کو اس سے راضی کر دے گا۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ باتیں سن کر حضرت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور جو سنا تھا ان کے گوش گزار کیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حضرت انس رضی اللہ عنہ ضعیف العمر ہو چکے ہیں اور بھول گئے ہیں کہ ان سے افضل کیا ہے

marfat.com

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے قرض کی بھی ضمانت دی ہے جو اپنے بچوں کے اخراجات اور ان کے تعلیم و تربیت کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے قرض لے اور پھر ادا نہ کر سکے اور اس کا وصال ہو جائے۔ تو ایسے شخص اور اس کے قرض خواہ کے درمیان بھی کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔

(تنبیہ الغافلین اردو، جلد:2، صفحہ:45)

بیوی بچوں کو غنی (مالدار) چھوڑنا افضل ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار تھا کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا آدھے مال کی؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تہائی مال کی؟ فرمایا تہائی کی خیر ہے مگر پھر بھی تہائی زیادہ ہے اگر تم اپنے اہل و عیال کو مالدار چھوڑ کر جاؤ تو یہ انہیں غریب چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور جو کچھ تم راہِ خدا میں خرچ کرو وہ صدقہ ہے حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر4935/2538، صحیح مسلم ،حدیث نمبر3079/3076 جامع ترمذی، حدیث نمبر:2042 سنن نسائی ، حدیث نمبر: 3570/3571/3575/3567/3568/3569، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 2480 مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر1/1398/1394/1363/1442/1404، موطا امام مالک، حدیث نمبر1258، سنن دارمی، حدیث نمبر:3065)

اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سرکار علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی شخص اللہ کی رضا کیلئے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو وہ اس کیلئے صدقہ ہے۔

marfat.com

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 4932 / 53/3705 صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1669 جامع ترمذی، حدیث نمبر: 1888 مسند احمد، حدیث نمبر: 16487/16463/21316، سنن نسائی، حدیث نمبر: 2498، سنن دارمی، حدیث نمبر: 2549)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک تم جو بھی اللہ کی رضا کیلئے خرچ کرو تمہیں اس پر ضرور اجر ملے گا حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو (یعنی اسے خرچہ دیتے ہو) اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا (وہ بھی تمہارے لئے صدقہ ہے)۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 54)

جو بچوں کا خرچہ پانی روک لے: حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ انسان کے گناہ گار ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت لوگوں کے حقوق ضائع کردے۔ اور مسلم کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ انسان کے گناہگار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس کو جن لوگوں کی روزی کا ذمہ دار بنایا گیا ہے وہ ان سے روزی روک لے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1662 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1442 مسند احمد، حدیث نمبر 6207/6527/6534/6547)

نوافل بہتر ہیں یا..........؟؟؟: آج کل ایسا دور چل رہا ہے کہ اول تو لوگ نماز روزے کی جانب آتے نہیں اور اگر آجائیں تو اس طرح کی فرائض کو ترک کر کے نوافل میں کثرت کرتے ہیں۔ اور جو ذمہ داری (اہل وعیال کے خرچ، والدین کی خدمت، لوگوں سے حسن سلوک وغیرہ) اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس پر وارد کی ہے اس کو شجر ممنوعہ سمجھتے ہوئے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ مسلمان کیلئے نوافل پڑھنا زیادہ بہتر ہے یا لوگوں اور بیوی بچوں سے حسن سلوک۔ اور حرام وحلال میں تمیز؟۔

marfat.com

یہ مذاکرہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضور پرنور سرور عالم ﷺ کے درمیان ہوا جو دیگر فرائض سے بے بہرہ نوافل کے شوقین لوگوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں ایک چپاتی صدقہ کروں وہ آپ کو زیادہ محبوب یا سو رکعت نفل ادا کروں؟ تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا ایک چپاتی صدقہ کرنا مجھے سو رکعت نفل ادا کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کسی مسلمان کی ضرورت پوری کر دینا آپ کو زیادہ محبوب ہے یا سو رکعت نفل؟؟؟

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: کسی ضرورت مند مسلمان کی جائز ضرورت پوری کرنا میرے نزدیک ہزار رکعت سے بھی افضل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حرام کا لقمہ چھوڑ دینا آپ کو زیادہ محبوب ہے یا ہزار رکعت نفل ادا کرنا؟؟؟

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: حرام کا لقمہ ترک کر دینا مجھے دو ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: غیبت سے کنارہ کش ہونا آپ کو زیادہ محبوب ہے یا دو ہزار رکعت نفل ادا کرنا؟؟؟

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: غیبت چھوڑ دینا مجھے دس ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کسی بیوہ کی حاجت پوری کر دینا آپ کو زیادہ پیارا ہے یا دس ہزار رکعت نفل ادا کرنا؟؟؟

marfat.com

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: کسی بیوہ کی حاجت پوری کرنا مجھے تیس ہزار نفل ادا کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بچوں کے ساتھ بیٹھنا آپ کو زیادہ محبوب ہے یا مسجد میں بیٹھنا؟؟؟

نبی مشفق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچوں کے ساتھ لمحہ بھر بیٹھنا میری اس مسجد (نبوی) میں اعتکاف بیٹھنے سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بچوں پر خرچ کرنا آپ کو زیادہ محبوب ہے یا راہِ خدا میں خرچ کرنا؟؟؟

سرکار علیہ السلام نے فرمایا: کسی شخص کا بچوں کی تربیت پر ایک درہم خرچ کرنا اللہ کی راہ میں ایک ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدین سے حسن سلوک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب یا ہزار سال کی عبادت؟؟؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس رضی اللہ عنہ! حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔ والدین سے حسن سلوک سے پیش آنا میرے نزدیک بیس لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (تنبیہ الغافلین مترجم، جلد:2، صفحہ:47-46)

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

گھر کے ہر فرد کیلئے نہایت ضروری | جہالت کے اندھیروں میں بہار اسلام کا ترجمان | سیاست و فرقہ پرستی سے پاک مجلہ

ماہنامہ بہار اسلام لاہور

تفہیم قرآن کا اچھوتا انداز

بہار قرآن

احادیث مصطفی ﷺ کی عام فہم تشریح

بہار حدیث

فقہی مسائل سمجھنے کا آسان ذریعہ

بہار فقہ

مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی آسان تشریح اردو تاریخ میں پہلی بار

شرح مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

سرور عالم ﷺ کی حیات مبارکہ کے اہم گوشوں پر روشنی

رسول اللہ ﷺ کے شب و روز

اس کے علاوہ اور بہت کچھ جو کسی بھی علم دوست انسان کیلئے نہایت ضروری ہے

ابھی اور اسی وقت سالانہ ممبرشپ حاصل کیجئے

خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی دعوت دیجئے

ہر اسلامی مہینے کے پہلے عشرے میں اشاعت

دوستوں کو تحفے میں پیش کیجئے

زر معاونت فی شمارہ 20 روپے سالانہ 300 روپے

خواتین و بچوں کیلئے خصوصی مضامین

خط و کتابت D-1 1910 گجر پورہ سکیم شیر شاہ روڈ لاہور

منجانب انجمن بہار اسلام لاہور

0333 / 0312 4229760
mam_saifi@yahoo.com
0322 / 0313 4642506
h_atiab@yahoo.com

marifat.com

بہار اسلام پبلیکیشنز کے خاص تحفے

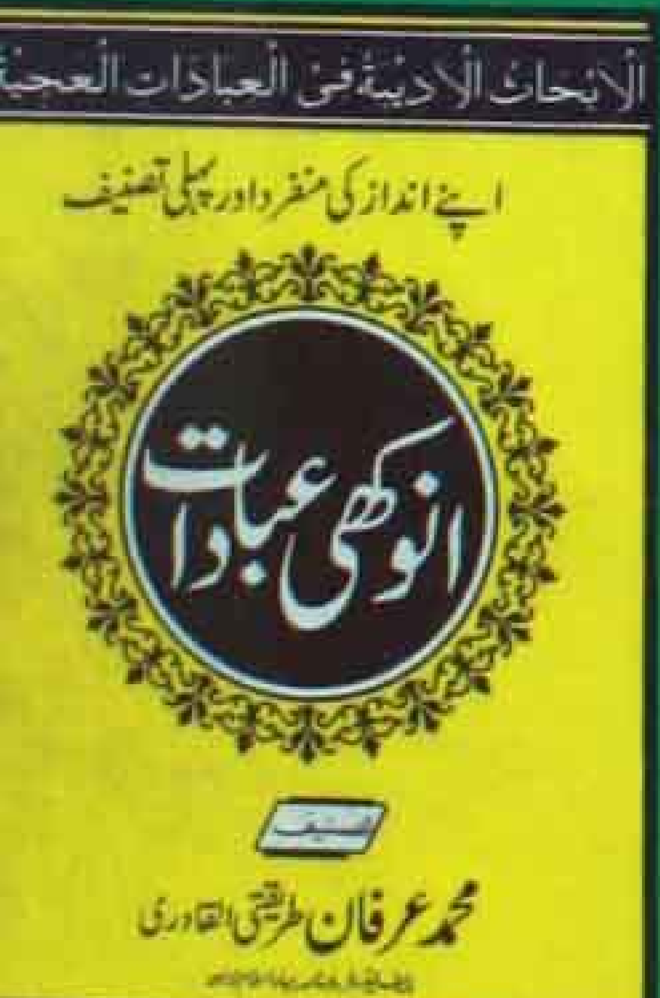

ناشر

بہار اسلام پبلیکیشنز لاہور

Ph:042-36844786, Cell:0333-4229760